عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

حضرت عتبہ بن عزوانؓ

جلد: ۴۲ | ۲ تا ۸ / جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ / دسمبر ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۴۷

کرسمس ڈے اور ہمارا معاشرہ

حماس کا قیدیوں سے حسنِ سلوک

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

وراثتی مکان کی تقسیم

س:...... عرض یہ ہے کہ ہمارے والدین اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئے ہیں، ہم کُل نو بہن بھائی ہیں، جس میں سے تین بہنیں اور چھ بھائی ہیں۔ اب پانچ بھائی بہن انتقال فرما گئے، مگر ان سب کی پیچھے اولاد موجود ہے، اس وقت تین بھائی اور ایک بہن حیات ہیں۔ ہمارے والد صاحب ایک مکان ۱۲۰ گز کا چھوڑ گئے ہیں، اب ہم بہن بھائی مل کر اس کو بیچنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور اس کا حصہ تمام بہن بھائیوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہماری راہنمائی فرمائیں کہ اس مکان کی فروخت سے حاصل شدہ رقم کس طرح تقسیم کی جائے گی؟ موجودہ حالات میں اس جگہ کی قیمت ۷۵ لاکھ روپے ہے۔ (سوال مختصر کردیا گیا ہے)۔

ج:.... واضح رہے کہ انتقال کے فوراً بعد ہی میت کی کُل ملکیت (اُس کے کفن، دفن، قرض اور وصیت کے نفاذ کے بعد باقی بچ جانے والی) اس کے تمام شرعی ورثا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق خود بخود منتقل ہوجاتی ہے۔ اسی لئے ورثا کو یہ حکم ہے کہ وہ جلد از جلد اس ترکہ کو میت کے ورثا میں ہر ایک کے حصہ کے بقدر تقسیم کرکے ان کے حوالہ کر دیں اور اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوجائیں۔ میت کے ترکہ کو بلاوجہ تقسیم نہ کرنا اور اس میں حیلے بہانوں سے کام لینا یا اس پر کسی ایک کا یا چند ورثا کا ناجائز قبضہ جمالینا، اسے خود استعمال کرنا، اس سے فائدہ حاصل کرنا، کرایہ کی مد میں، رہائش کی مد میں، کاروبار کی مد میں، خواہ کسی بھی مد اور شکل میں ہو خود وصول کرنا اور دوسرے ورثا کو محروم کردینا انتہائی ظلم ہے اور شدید گناہ ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا جواب اور حساب دینا پڑے گا، لہٰذا صورت مسؤلہ میں جن لوگوں نے اپنے والد کے مکان پر خود قبضہ جمائے رکھا اور اتنے سالوں تک اس کو تقسیم نہیں ہونے دیا، دیگر ورثا کو محروم رکھا، ان کی اجازت کے بغیر خود ہی اس پر تعمیر کی اور اس کو کرایہ پر دیا، یہ سب ناجائز اور حرام کیا ہے۔ ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ تمام ورثا سے اپنی اس حرکت پر معافی مانگیں اور اب تک جو ان کا حق کھایا ہے اس کو بھی معاف کرائیں۔ دیگر ورثا کی اجازت کے بغیر اس مکان پر جو انہوں نے تعمیرات کیں وہ انہوں نے خود کے فائدہ کے لئے کیں اور ۴۰ سالوں سے بغیر کرایہ کے رہتے رہے، اس لئے وہ شرعاً تعمیرات پر خرچ کی ہوئی رقم کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتے۔ اب اس مکان کو فوراً فروخت کرکے ہر ایک کو اس کا حصہ دینا ضروری ہے۔ آپ کے والد مرحوم کے کُل چھ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، اس لئے ان کے ترکہ کو کُل پندرہ حصوں میں تقسیم کریں گے، جس میں سے دو، دو حصے مرحوم کے ہر ایک بیٹے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔ مرحوم کے جن تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کا انتقال مرحوم کے بعد ہوا ہے، ان کو بھی برابر کا حصہ ملے گا اور یہ حصہ پھر ہر ایک کے ورثا میں ان کے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

مجلسِ ادارت
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۲ ۲ تا ۸؍جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲؍دسمبر ۲۰۲۳ء شمارہ:۴۷

اس شمارے میں!

حماس کا قیدیوں سے حسنِ سلوک	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
کرسمس ڈے اور ہمارا معاشرہ	۸	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی
حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ	۱۱	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
صہیونیت اور اسرائیل… تاریخی پس منظر (۳)	۱۵	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
مولانا عبدالمتین نور اللہ مرقدہ	۲۰	مفتی ارشاد اللہ
سالانہ ختم نبوت کانفرنس، چناب نگر	۲۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ	۲۵	〃 〃 〃 〃 〃
میرے استاذ جی، حضرت مولانا محمد زکریاؒ	۲۷	مولانا محمد کلیم اللہ نعمان

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۶۱ فصل:....۸ ہجری کے سرایا

۱:....سریہ غالب بن عبداللہ اللیثیؓ:....اس سال صفر میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا سریہ بنوملوّح (بضم میم، وفتح لام، وکسر واؤ مشدّدہ) کی طرف بھیجا گیا، جو کدید میں رہائش پذیر تھے۔

کدید:....بفتح کاف، وکسر دال مہملہ، مکہ و مدینہ کے مابین ایک موضع کا نام ہے جو مکہ سے ۴۲ میل ہے، اور یہ عسفان اور قدید کے مابین واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چودہ، اور بقولِ بعض اس سے زیادہ حضرات کی رفاقت میں روانہ کیا، حضرت غالبؓ اور ان کے رفقاء مقابلے میں غالب رہے، چنانچہ مسلمانوں نے کفار کے لڑاکا مردوں کو قتل اور ان کی عورتوں، بچوں کو قید کیا، اور ان کے مویشیوں کو ہانک کر مدینہ لے آئے۔

۲:....سریہ غالب بن عبداللہ اللیثیؓ:....نیز اسی سال صفر میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا ایک دُوسرا سریہ بنومصاب (بضم میم) کی طرف بھیجا، یہ لوگ فدک میں آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسو اَفراد کی معیت میں روانہ کیا، مشرکوں سے مقابلہ ہوا، ان کے اُونٹ اور بکریوں کو غنیمت بنایا اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا، غنیمت کا فی کس حصہ دس اُونٹ یا اس کے برابر بکریاں تھیں، اور دس بکریاں ایک اُونٹ کے مساوی سمجھی جاتی تھیں۔

۳:....سریہ شجاع بن وہبؓ:....اسی سال ربیع الاوّل میں حضرت شجاع (بضم شین معجمہ) بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو ہوازن کی ایک شاخ بنوعامر کی طرف بھیجا گیا، یہ لوگ سیٔ نامی جگہ میں آباد تھے۔

سیٔ:....بکسر سین مہملہ، وسکونِ یائے تحتانیہ، اس کے بعد ہمزہ، مدینہ سے پانچ میل پر ذات عرق سے ورے ایک جگہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چوبیس رفقاء کے ساتھ روانہ فرمایا، بہت سے اُونٹ اور بکریاں انہیں غنیمت میں حاصل ہوئیں، جنھیں ہانک کر مدینہ لے آئے، چنانچہ ان کا فی کس حصہ غنیمت پندرہ اُونٹ تھے، اور ایک اُونٹ بیس بکریوں کے مساوی قرار دیا گیا۔

۴:....سریہ کعب بن عمیرؓ:....اسی سال ربیع الاوّل ہی میں کعب بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ کا سریہ جو پندرہ اَفراد پر مشتمل تھا، ذات اَطلاع بھیجا گیا، کفار کو غلبہ ہوا اور یہ تمام حضرات وہاں شہید ہوئے، صرف ایک صاحب زندہ رہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِطلاع دی۔

ذات اَطلاع:....بفتح ہمزہ، وادی القریٰ سے آگے سرزمینِ شام میں ایک جگہ ہے۔

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حماس کا قیدیوں سے حُسنِ سلوک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

دین اسلام کامل و مکمل دین ہے، جس کی تعلیمات میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہدایت وراہنمائی ملتی ہے۔ اسلام کا حسن یہ ہے کہ اس میں تمام جانداروں کے حقوق کی پاسداری اور رعایت رکھی گئی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو جانوروں سمیت تمام انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ رحمت وشفقت اور عدل واحسان اس کا خاصہ ہے۔ جب کہ ظلم وستم، ناحق مار پیٹ کسی کو پریشان کرنا یا کسی کی حق تلفی کرنا، اسلام کی نظر میں معیوب اور ناپسندیدہ عمل ہے، جس سے اسلام منع کرتا اور روکتا ہے۔ اسلام آنے سے پہلے انسانوں کو غلامی کی چکی میں کسا جاتا اور ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جاتا تھا، اسلام ہی نے غلاموں اور باندیوں کو ان کے انسانی حقوق کا مستحق ٹھہرایا۔ جیسا کہ کئی احادیث اس پر شاہد ہیں:

۱:... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ:

"قال: ان اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و لیلبسہ مما یلبس و لا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتوھم ما یغلبھم فاعینوھم۔" (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۳۴۶)

یعنی: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا دستِ نگر اور ماتحت بنایا ہے، وہ تمہارے بھائی ہیں (یعنی لونڈی، غلام اور خدمت گار) ان کو وہ کھانا دے، جو خود کھائے، اور ان کو وہ پہنائے، جس کو خود پہنے۔ ان کو ایسے کام کی تکلیف نہ دو جس سے وہ تھک جائیں، اگر اسے ایسے کام کی تکلیف دو، جس سے وہ تھک جائیں تو پھر خود اس کی امداد کرو، یعنی ہاتھ بٹاؤ۔"

۲:... حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ:

"کان آخر کلام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الصلاۃ و ما ملکت ایمانکم۔" (ابن ماجہ، ص:۱۹۳)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے قبل آخری نصیحت یہ ارشاد فرمائی: "نماز کا خیال رکھو، اپنے زیردست غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔"

سوچنے کی بات ہے کہ جس دین کی تعلیمات واحکامات جانوروں اور غلاموں کے بارہ میں اس قدر انصاف پسند ہیں، اس دین نے اشرف المخلوقات یعنی انسانوں کے حقوق کی پاسداری پر کتنا زور نہ دیا ہوگا۔

اسلام نے جنگوں کے احکام اور جنگوں میں دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ خصوصاً جب دشمن کو قیدی بنالیا جائے تو ان کے ساتھ کس طرح سلوک کیا جائے۔ آج کی نام نہاد مہذب دنیا اسلامی روایات اور تہذیب وتمدن کے آگے ہیچ ہے، اس لئے کہ آج کی مہذب دنیا دشمن قیدیوں کو کسی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں گردانتی، بلکہ ان پر ہر قسم کا ظلم وستم روا اور جائز سمجھتی ہے۔

اسلام نے عدل وانصاف کے دونوں پلڑے قیدی خواہ مسلم ہوں یا کافر دونوں کے لئے برابر رکھے ہیں، چنانچہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان قیدی کو دشمن کی ظالمانہ قید سے رہا کرانے کا حکم دیا ہے، وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو دشمن قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

بھی فرمائی۔غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم نبوی ہوا: قیدیوں کا اکرام کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خود قیدیوں کے لئے طعام پیش فرماتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر)

اسیرانِ بدر کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے حسن سلوک کی تفصیل علامہ شبلی نعمانیؒ رقم فرماتے ہیں کہ:’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر رہ جاتے تھے۔ابوعزیز کہتے ہیں کہ مجھے شرم آتی اور میں روٹی انہیں واپس کر دیتا لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے ہی کھلاتے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی تھی۔(سیرۃ النبی ص:۲۳۰،ج:۱)

سہیل بن عمرو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پُرزور تقریریں کیا کرتا تھا، بدر میں قیدی بنا تو حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس کے نیچے کے دو دانت اکھڑوا دیجئے تاکہ اچھی طرح بول نہ سکے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر میں اس کے عضو بگاڑوں تو اگرچہ نبی ہوں لیکن خدا اس کے بدلے میں میرے اعضا بھی بگاڑ دے گا۔(طبری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک ہی سے متاثر ہو کر آپ کا بہت بڑا دشمن ثمامہ بن اثال جب آپ کی قید سے رہا ہوا تو ایمان لے آیا اور پھر وہ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کہلائے۔(سنن ابی داؤد)

ہوازن کے قیدیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے عمدہ کپڑے خرید کر پہنانے کا حکم دیا۔(دلائل النبوۃ للبیہقیؒ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قیدی خاتون اور اس کے بچے کو جدا کرنے والے کے بارے میں وعید ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ روزِ محشر اس کے اور اس کے چاہنے والوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔(ترمذی)

حضرت ابواسید انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں کچھ قیدیوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک قیدی خاتون رو رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میرا بچہ مجھ سے الگ کر کے بیچ دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً حکم دیا کہ اس کے بچے کو واپس لاؤ، چنانچہ اس عورت کو اس کا بچہ واپس کر دیا گیا۔(مستدرک حاکم)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے دنیاوی احوال کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:’’**ویطعمون الطعام علٰی حبہ مسکینا و یتیماً و اسیراً**‘‘(الدھر:۸) ترجمہ:’’اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔‘‘

اسلام کی ان سنہری روایات کی روشن کرنیں آج بھی جہانِ رنگ و بو میں اجالا کر رہی ہیں۔ ماضی قریب میں افغانستان کے اندر مجاہدین اسلام کی قید میں ایک برطانوی خاتون صحافی دس دن رہ کر جب واپس آئیں تو طالبان کو دہشت گرد، انتہا پسند، جاہل، گنوار، اجڈ، وحشی کے القاب سے یاد کرنے والی مغربی دنیا پر اس وقت سکتہ طاری ہوگیا، جب یوان ریڈلی نے دورانِ قید طالبان کے حسن سلوک اور احترام انسانیت کے رویے کی گواہی دی۔ان کی شرافت و وضع داری اور اخلاقی صفات سے متاثر یہ عیسائی خاتون بعد میں قرآن کریم کے مطالعے کی روشنی میں مزید حقیقت آشنا ہوئیں تو اسلام کے زیر نگیں آ گئیں۔جب کہ دوسری طرف گوانتاموبے میں امریکی فوج کے مسلمان قیدیوں پر دل خراش مظالم کی داستانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

حال ہی میں فلسطین کے مغربی کنارہ غزہ میں صہیونی قہر و جبر کا شکار اور اپنی آزادی کے لئے لڑنے والے مجاہدین اسلام حماس اور اسرائیل کے درمیان جنگ بندی کا اعلان ہوا تو حماس کی قید سے رہا ہونے والی عورتیں اور بچے ان کی تعریفوں کے پل باندھتے نہیں تھک رہے ہیں۔ایک خاتون کہتی ہے کہ اس کی بیٹی حماس کی قید میں شہزادیوں کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ رہا ہونے والے بچوں کے ہاتھوں میں کھانے پینے کی اشیا ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم قید کا یہ وقت بھلا نہیں سکتے۔ایک اسرائیلی خاتون ڈینیل اور اس کی ننھی بچی ایمیلیا نے حماس کے عسکری ونگ القسام بریگیڈز کے نام عبرانی زبان میں شکریہ کا خط تحریر کیا ہے، جو عالمی میڈیا سمیت قومی اخباروں میں بھی شائع ہوا ہے۔اس کے مندرجات درج ذیل ہیں:

’’مجھے لگتا ہے کہ آنے والے دنوں میں ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے لیکن میں آپ سب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ

نے میری بیٹی کے ساتھ حسن سلوک اور محبت کا مظاہرہ کیا، آپ نے اس سے والدین کی طرح سلوک کیا، اسے اپنے کمروں میں بلاتے اور اسے یہ احساس دلایا کہ آپ سب اس کے صرف دوست نہیں، بلکہ محبت کرنے والے بھی ہیں۔ آپ کی شکرگزار ہوں۔ اس سب کے لئے جب آپ گھنٹوں ہماری دیکھ بھال کرتے، اور ساتھ ساتھ مٹھائیوں، پھلوں اور جو کچھ میسر تھا، اس سے ہمیں نوازنے کے لئے شکریہ، بھلے وہ دستیاب نہ بھی ہوں، بچے قید میں رہنا پسند نہیں کرتے لیکن آپ اور دوسرے ملنے والے اچھے لوگوں کا شکریہ۔ میری بیٹی خود کو غزہ میں ملکہ سمجھتی تھی اور سب کی توجہ کا مرکز تھی، اس دوران مختلف عہدوں پر موجود لوگوں سے واسطہ رہا اور ان سب نے ہم سے محبت، شفقت اور نرمی کا برتاؤ کیا، میں ہمیشہ ان کی شکرگزار رہوں گی، کیونکہ ہم یہاں سے کوئی دکھ لے کر نہیں جارہے، میں سب کو آپ کے حسن سلوک کا بتاؤں گی جو غزہ میں مشکل حالات اور نقصان کے باوجود ہم سے کیا۔'' اسرائیلی خاتون نے خط کے آخر میں مجاہدین اور ان کی اہل خانہ کی صحت اور تندرستی کے لئے دعا کی۔''

اس خط کی سطر سطر ان مجاہدین اسلام کے حق میں گواہی ہے، جنہیں اسرائیل، دہشت گرد قرار دے کر ان کی آڑ میں پندرہ ہزار سے زائد مظلوم فلسطینیوں کا قتل عام کرچکا ہے۔ یہ گھر کی گواہی ہے، جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اور درحقیقت یہ اس بات کی بھی شہادت ہے کہ مجاہدین اسلام نے جہاد اسلام کے دوران اسوۂ نبوی اور شیوۂ محمدی کو مکمل مدنظر رکھا، اور ذرا بھی دشمنانِ اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر انگشت نمائی کا موقع نہیں دیا۔ اس موقع پر تمام مسلمان بھی فلسطینی مجاہدین کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں دنیا کے سامنے اخلاقی جرأت کے ساتھ سر اٹھانے کا حوصلہ بخشا، آپ کی شجاعت و بسالت، قربانی و جاں نثاری، اسلام کے ساتھ وفاداری و مظلوم مسلمانوں کے حق کے لئے دکھائی گئی بہادری کو سلام ہے! آپ نے اسلام کے اولین دور کی یاد تازہ کردی، آپ کا کردار تاریخ کے اَن مٹ نقوش بن کر آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ہوگا۔

لیکن جہاں فلسطینی مجاہدین کا یہ قابلِ ستائش اقدام سامنے آیا ہے، وہیں اسرائیل کی جیلوں میں قید فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وستم کی بھیانک اسرائیلی تصویر بھی نظر آئی ہے۔ برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی کی یکم دسمبر ۲۰۲۳ء کی رپورٹ کے مطابق ۱۸ سالہ ''محمد نزل'' جنہیں اگست میں بلاجرم اسرائیل نے گرفتار کرکے جیل میں رکھا تھا، ۷ راکتوبر کو حماس کے حملے کے بعد ''محمد نزل'' سمیت کئی فلسطینی قیدیوں کو مارا پیٹا گیا، ان پر کتے چھوڑے گئے، انہیں کپڑوں اور کمبل سے محروم کردیا گیا، نیز انہیں کھانے سے محروم رکھا گیا۔ ایک خاتون قیدی کو جنسی زیادتی کی دھمکی دی گئی، اس کے کمرے میں آنسوگیس پھینکی گئی، کچھ قیدیوں کے اوپر اسرائیلی فوجیوں نے پیشاب کیا، نیز ان پر چھریوں سے حملے کیے گئے، جس کے بعد گزشتہ سات ہفتوں میں چھ قیدی اسرائیلی تحویل میں جامِ شہادت نوش کرگئے ہیں۔ حالیہ جنگ بندی کے دوران قیدیوں کے تبادلے میں ''محمد نزل'' رہا کیے گئے تو ان کے طبی معائنے سے معلوم ہوا کہ ان کے دونوں ہاتھوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں، جس کی تفصیل انہوں نے بیان کی کہ کئی فوجیوں نے ان پر حملہ کرکے انہیں بری طرح مارا پیٹا۔ محمد نزل اپنے سر کا بچاؤ ہاتھوں سے کرتے رہے، کچھ دیر بعد انہیں یقین ہوگیا کہ ان کے ہاتھوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں اور وہ حرکت کے قابل نہیں رہے۔ رہا ہونے کے بعد ہسپتال میں ان کے ہاتھوں کے ایکسرے کرائے گئے، جس سے اس بات کی تصدیق ہوگئی۔

یہ ہے اسرائیلی مظالم کی ایک جھلک، جو دنیا کے سامنے انسانی حقوق کا رونا روتے نہیں تھکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حالیہ غزہ کی جنگ کے بعد انسانیت، انسانی حقوق، عالمی برادری، مساوات و برابری، عدل وانصاف جیسے الفاظ بے معنی ہوگئے ہیں۔ اور صاف نظر آرہا ہے کہ اسرائیل اور اس کے پشت پناہ امریکا و برطانیہ سمیت دیگر مغربی ممالک کے ہاں عدل وانصاف کے پیمانے برابر نہیں ہیں۔ نیز بعض مسلم ممالک کی بے حسی بھی اسلامی اخوت و بھائی چارگی کے تصور کو غلط ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ بہرحال! اس کے باوصف حماس نے اپنے دشمن قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعے اسلام کی روشن تعلیمات کو ایک بار پھر مجسم کردار کی صورت میں پیش کردیا ہے، جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی و فتح نصیب فرمائے، ظالموں کو نیست و نابود فرمائے اور حق کا بول بالا فرمائے، آمین!

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

کرسمس ڈے اور ہمارا معاشرہ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

اسلام، وہ بے بہا نعمت ہے ؛جس کے ذریعے انسان اپنے رب کو پہچانتا ہے اور گم راہی کے اندھیروں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آتا ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:’’اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھی اور مددگار ہے جو اہل ایمان ہیں، اُن کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست، شیاطین ہیں جو ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ سب لوگ آگ والے ہیں، وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘ (البقرۃ:275)

اور ایمان، وہ قیمتی جوہر ہے؛ جو ایک مومن کو بلند مقام پر پہنچا کر اسے دوسری مخلوق پر اِمتیازی حیثیت عطا کرتا ہے؛ چناں چہ فرمانِ باری ہے: ’’جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے تو یہ لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔‘‘ (البینۃ:7) کلمہ توحید، ایک مضبوط جڑ کی مانند ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:’’کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال بیان فرمارہے ہیں کہ کلمہ طیبہ کو یوں سمجھو! جس طرح ایک پاکیزہ درخت ہوا کرتا ہے ؛جس کی جڑیں زمین میں بہت گہری ہیں اور اس کی شاخیں (ٹہنیاں) آسمان تک پہونچتی ہیں۔‘‘(ابراہیم:24)

ایک تمثیل:

جس طرح ایک درخت کی نشوونما کا دارومدار اس کی جڑ پر ہوتا ہے، اور جڑ ہی درخت کی زندگی اور تروتازگی کا ذریعہ شمار کی جاتی ہے، اگر جڑ میں نقص واقع ہو جائے تو درخت مرجھانا شروع ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ اس کے پتے، ٹہنیاں، پھل، پھول سب کے سب بوسیدہ ہوکر زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اگر جڑ مضبوط ہوگی تو پودا توانا اور پھل دار ہوگا، اس سے خوراک حاصل کرنا دوسروں کے لئے حیات بخش ثابت ہوگا۔ پتہ چلا کہ بات ساری تاثیر کی ہے، جس طرح درخت میں ساری تاثیر جڑ اور تنے کی ہوتی ہے، تاثیر اچھی ہوگی تو درخت، پھل پھول بھی اچھے دے گا اور اگر تاثیر میں نقص واقع ہو جائے تو درخت خشک ہوجائے گا یہاں تک کہ لوگ اس کو کاٹ کر ختم کر دیں گے۔ اسی طرح عقیدہ اور ایمان بھی قوموں کے ثقافتی، تہذیبی، مذہبی اور معاشرتی بقاء اور سلامتی کی علامت ہوتا ہے۔

خاموش ارتداد کا فتنہ:

اسلامیان عالم کی قوت اور شوکت کا راز اسلام اور مسلم دشمنوں کو اچھی طرح معلوم ہے، اسی لیے آج جتنی زیادہ محنتیں مسلمانوں کے ایمان و یقین کو خراب کرنے، نت نئے ہتھکنڈوں کے ذریعہ ان کے ملی تشخص کو مسخ کرنے نیز مال ودولت اور عزت وشہرت کا جھانسا دے کر انہیں الحاد وارتداد کی گھاٹ اتارنے کی ہورہی ہیں اور جس اعلیٰ پیمانے پر ہورہی ہیں، ماضی میں اس کی نظیر ملنی نایاب نہ سہی کم یاب ضرور ہے ؛ کیونکہ اغیار و کفار کو معلوم ہے کہ قرنِ اول ہو یا بعد کا کوئی زمانہ، ہر دَور میں مسلمانوں نے ایمان ہی کی بہ دولت بڑے بڑے معرکے سر کیے اور دشمنوں کے تمام تر منصوبے اور حربے آنِ واحد میں دھرے کے دھرے رہ گئے ؛اس لیے اس وقت بہت ہی ہنر مندی، زیرکی اور عیاّری کے ساتھ تمام وسائل، مسلمانوں کے عقائد اور ایمان کو خراب کرنے، انھیں ان کی اصل یعنی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نیز کتاب وسنت اور اسلافِ امت سے بدظن کرنے اور پھر مرتد و بے راہ کرنے میں صرف کیے جارہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ایک طرف پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو استعمال کیا جارہا ہے تو دوسری جانب مختلف ایسے حلقوں کو نمایاں کیا جارہا ہے جو سراسر اسلام کے بنیادی عقائد پر تیشہ زنی کرتے ہیں۔ نئی نسل خاص طور پر ان کا ہدف ہے۔ سرِ دست میرا روئے سخن وہ مسلمان ہیں جو یا تو جہالت و ناخواندگی کی وجہ سے یا اپنے سیاسی مفاد اور جھوٹی شہرت کی خاطر یہود ونصاریٰ کے تہواروں میں نہ صرف بے دریغ شرکت کررہے ہیں؛ بل کہ ان کے مذہبی رسومات میں حصہ لے کر اپنی متاع دین وایمان کا کھلم کھلا سودا بھی کررہے ہیں۔

اس موقع پر بے ساختہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیشین گوئی یاد آ جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم ضرور پچھلی امتوں کے طریقوں کی پیروی کروگے، بالشت برابر اور ہاتھ برابر، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اس میں داخل ہوگے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور کون؟“

(صحیح بخاری:7320)

عربی زبان کا محاورہ ہے: ”فُلَانٌ اَحْیَرُ مِنَ الضَّبِّ“، یعنی فلاں شخص گوہ سے بھی زیادہ حیرت میں ڈالنے والا ہے۔ اہلِ عرب کے ہاں یہ مشہور تھا کہ گوہ کے داخل ہونے والے سوراخ کا تو پتا چل جاتا ہے؛ لیکن نکلنے والے سوراخ کا پتا نہیں چلتا، لہٰذا اسے حیرت کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جن فتنوں میں اہلِ کتاب مبتلا ہوئے، ان کے انجام سے باخبر ہونے کے باوجود تم ان فتنوں میں مبتلا ہوگے، کیونکہ انسان بالعموم تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتا، جب تک کہ وہ خود اس تجربے سے نہ گزرے؛ لیکن اس وقت اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے: ”اب پچھتائے کیا ہووت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔“

چناں چہ ملک و بیرون ملک سے اس قسم کی افسوس ناک اطلاعات موصول ہوتی رہتی ہیں کہ مسلمان بھی عیسائیوں کے ہمراہ ان کے مذہبی تہوار میں شریک ہورہے ہیں؛ جس سے ہر دردمند دل اور فکر مند شخص بے چین و بے قرار ہے اور کیوں نہ ہو؟؟

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے

کرسمس کیا ہے؟

۲۵ر دسمبر کا دن پوری دنیا میں مسیحی امت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے طور پر ”کرسمس“ کے نام سے مناتی ہے۔ اسی مناسبت سے سال بھر کے سب دنوں میں سب سے چھوٹا دن ہونے کے باوجود اسے ”بڑا دن“ کہا جاتا ہے اور اسے مسیحی دنیا کی عالمی عید اور قومی تہوار کی حیثیت حاصل ہے۔

354ء میں پہلی مرتبہ 25 دسمبر کو عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے پہلے یوم ولادت منایا گیا۔ گویا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے ساڑھے تین سو سال بعد اس بدعت کو رواج عام حاصل ہوا لیکن عیسائیوں کے پیورٹن فرقے نے ہمیشہ اس بدعت کی مخالفت کی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک کیتھولک عقیدہ ہے جس کی بائبل سے کوئی سند ثابت نہیں ملتی۔

1647ء جب انگلینڈ میں پیورٹن کے ہاتھ حکومت آئی تو انہوں نے کرسمس ڈے منانے کی روایت کو ختم کر دیا، لیکن 13 سال بعد ان کی حکومت کے خاتمے اور چارلس دوئم کے دوبارہ بحال ہونے پر یہ روایت دوبارہ زندہ ہوگئی۔ ایسے ہی بوسٹن (امریکا) میں پیورٹن کے بائیس سالہ دور (1647ء سے 1669ء) تک کرسمس منانا معطل رہا۔ کرسمس کے اس تہوار پر دنیا بھر میں عیسائی اپنے گھروں اور دیگر عمارات میں کرسمس ٹری لگاتے ہیں جسے رنگ برنگے قمقموں اور آرائشی چیزوں سے سجایا جاتا ہے۔ اس تہوار پر ملنے والے تحائف بھی کرسمس ٹری کے نیچے رکھے جاتے ہیں اور انہیں کرسمس کے موقع پر خاندان کے افراد مل کر کھولتے ہیں۔

کرسمس ٹری کے لیے عموماً صنوبر کا انتخاب کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر موسم میں سرسبز رہنے والا درخت ہے۔ صرف امریکا میں کرسمس ٹری کے 12 ہزار سے زیادہ فارم موجود ہیں اور اس شعبے سے ایک لاکھ سے زیادہ افراد وابستہ ہیں۔ یہ امریکا میں 50 کروڑ ڈالر سالانہ سے زیادہ کا کاروبار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کرسمس ٹری لگانے کی روایت پانچ سو سال سے زیادہ پرانی ہے۔ تاریخی حقائق کے مطابق پہلا کرسمس ٹری لٹویا کے شہر ریگا میں 1510ء میں لگایا گیا تھا۔

”کرسمس“ کی موجودہ صورتِ حال:

اس حوالے سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ یوں فرماتے ہیں کہ: ”شروع شروع میں تو یہ ہوا کہ جب ۲۵ر دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کردیتے، اس کے بعد اجتماع برخاست ہو جاتا۔ گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے یہ سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرادیتے ہیں مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اور شوقین لوگ تو اس میں شریک نہیں ہوتے اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے تاکہ لوگوں کے لئے دلکش ہو اور اس کو دلچسپ بنانے کے لئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے، چنانچہ اس کے بعد موسیقی پر نظمیں پڑھی جانے لگیں، پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی

سے بھی کام نہیں چل رہا ہے اس لئے اس میں ناچ گانا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ پھر ناچ گانا بھی اس میں شامل ہوگیا، پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونا چاہئیں۔ چنانچہ ہنسی مذاق کے کھیل تماشے اس میں شامل ہوگئے، پھر ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا، اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناچ گانا اس میں، موسیقی اس میں، شراب نوشی اس میں، قمار بازی اور جوا اُس میں۔ گویا کہ اب دنیا بھر کی ساری خرافات کرسمس میں شامل ہوگئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پیچھے رہ گئیں۔ اب حال یہ ہے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے تو اس میں ایک طوفان برپا ہوتا ہے، اس ایک دن میں اتنی شراب پی جاتی ہے کہ پورے سال اتنی شراب نہیں پی جاتی، اس ایک دن میں اتنے حادثات ہوتے ہیں کہ پورے سال اتنے حادثات نہیں ہوتے، اسی ایک دن میں عورتوں کی عصمت دری اتنی ہوتی ہے کہ پورے سال اتنی نہیں ہوتی، اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش کے نام پر ہورہا ہے۔''

اسلامیان عالم سے دردمندانہ گزارش:

۱۔ کرسمس، عیسائیوں کا خالصتاً مذہبی تہوار ہے، یہ اُس کفریہ ملت کی ایک باقاعدہ پہچان اور شعار ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو 'خدا کا بیٹا' کہہ کر پروردگارِ عالم کے ساتھ شرک کرتی ہے۔ نیز نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مسترد کرکے وقت کی آسمانی رسالت کی منکر اور عذابِ الٰہی کی طلبگار ٹھہرتی ہے۔ ''کرسمس'' کے اِس شرکیہ تہوار کی وجہِ مناسبت ہی یہ ہے کہ ان ظالموں کے بقول اس دن 'خدا کا بیٹا یسوع مسیح پیدا ہوا تھا'۔

۲۔ مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک ایسی قوم کو جو (معاذ اللہ) 'خدا کے ہاں بیٹے کی پیدائش' پر جشن منا رہی ہو مبارکباد پیش کرنے جائے اور اِس ''خوشی'' میں اُس کے ساتھ کسی بھی انداز اور کسی بھی حیثیت میں شریک ہو۔ یہ عمل بالاتفاق حرام ہے بلکہ توحید کی بنیادوں کو مسمار کردینے کا موجب ہے۔ ہر مسلمان خبردار ہو، اِس باطل ''کرسمس'' کی خوشیوں میں کسی بھی طرح کی شمولیت آدمی کے ایمان کے لیے خطرہ ہے۔

۳۔ اِس گناہ کے مرتکب پر واجب ہے کہ وہ اِس سے تائب ہو؛ تاہم اگر وہ اہل اسلام کے کسی حلقہ میں راہبر جانا جاتا ہے تو اس کے حق میں لازم ہے کہ وہ اپنی توبہ کا کچھ چرچا بھی کرے تاکہ روزِ قیامت اُس کو دوسروں کا بارِ گناہ نہ سمیٹنا پڑے۔

۴۔ ''کرسمس'' جیسے معلوم شعائرِ کفر سے دور رہنا تو فرض ہے ہی، ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان اس ملتِ کفر سے کامل بیزاری کا اظہار کرے۔

۵۔ ''کرسمس'' جیسے معروف نصرانی تہوار کو محض ایک 'سماجی تہوار' کہہ کر اس کے لیے جواز پیدا کرنا گمراہ کن عمل ہے۔

۶۔ ہمارے اسلامی تصورات اور اصطلاحات کو مسخ کرنے کی جو سرتوڑ کوششیں اس وقت ہورہی ہیں، اہل اسلام پر ان سے خبردار رہنا واجب ہے۔ ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک سب سے بڑھ کر صحابہؓ کے عہد میں ہوا ہے۔ مگر ان کے دین اور دینی شعائر سے بیزاری بھی سب سے بڑھ کر صحابہؓ کے ہاں پائی گئی ہے۔ یقیناً یہ حسن سلوک آج بھی ہم پر واجب ہے، مگر اس کے جو انداز اور طریقے، حدود و قیود سے بالاتر ہوکر اس وقت رائج کرائے جارہے ہیں وہ دراصل اسلام کو منہدم کرنے والے ہیں۔ ☆☆

حضرت مولانا قاری سید رشید الحسنؒ کی اہلیہ محترمہ کا وصال

جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے سابق امام حضرت مولانا قاری سید رشید الحسن رحمہ اللہ کی اہلیہ، معروف علمی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ (المعروف علی میاں) کی بھانجی اور موجودہ امام وخطیب جامع مسجد بنوری ٹاؤن مولانا سید یوسف حسن طاہر، نائب امام مولانا سید عتیق الحسن الحسینی، مفتی مزمل حسن مدظلہم کی والدہ محترمہ انتقال فرماگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی نماز جنازہ ان کے بیٹے مولانا سید یوسف حسن طاہر کی امامت میں ہزاروں فرزندانِ اسلام نے ادا کی۔ جنازے میں علماء کرام، طلبا اور شہر بھر کی معروف شخصیات سمیت عوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔ مرحومہ نے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑیں، مرحومہ کی تدفین محمد شاہ قبرستان میں ان کے شوہر قاری سید رشید الحسنؒ کے قریب عمل میں لائی گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی راہنما مولانا اللہ وسایا، امیر صوبہ خیبر پختونخوا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی، امیر کراچی مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد سمیت دیگر ذمہ داران نے صاحبزادگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مرحومہ نیک سیرت اور بلند پایہ علمی گھرانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتے ہوئے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر) مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز عشاء سے فارغ ہوکر اپنی خواب گاہ میں تشریف لائے، وہ تھوڑی دیر آرام کرلینا چاہتے تھے تاکہ رات کو گشت کرنے کے لئے تازہ دم ہو جائیں، لیکن نیند اس وقت خلیفہ کی آنکھوں سے کوسوں دُور تھی، کیونکہ قاصد ان کے پاس یہ خبر لے کر آیا تھا کہ مسلمانوں کے سامنے سے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے والی ایرانی فوج پر اسلامی لشکر جب بھی کاری اور فیصلہ کن ضرب لگانا چاہتا ہے۔ اس کے پاس اِدھر اُدھر سے کمک پہنچ جاتی ہے جس سے اس کی کھوئی ہوئی قوت بحال ہو جاتی ہے اور وہ از سرِ نو قتال شروع کر دیتی ہے۔ خلیفہ کو یہ بات بھی بتائی گئی کہ شہر اُبلّہ کا شمار ان اہم ترین مراکز میں ہوتا ہے، جہاں سے ایرانیوں کے ہزیمت خوردہ لشکر کو مالی اور افرادی قوت فراہم کی جاتی ہے۔

اِس صورت حال سے نمٹنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابلہ کی فتح اور ایرانی فوج کو ملنے والی مدد کے سلسلے کو منقطع کرنے کے لئے ایک فوج بھیجنا چاہتے تھے، لیکن اس وقت ان کے پاس لڑنے کے قابل آدمیوں کی سخت کمی تھی، کیونکہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت مختلف علاقوں میں جہاد کے لئے جا چکی تھی۔ اس وجہ سے ان کے پاس مدینے میں قابل جنگ مسلمانوں کی بہت ہی قلیل تعداد باقی رہ گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے ایسی حکمت عملی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے وہ معروف تھے۔ یعنی ’’قائد لشکر کی قوت کے ذریعہ قلت فوج کی تلافی کرنا‘‘ چنانچہ انہوں نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو اپنے سامنے بکھیر دیا اور ایک ایک کرکے ہر ایک کو آزمانے لگے۔ آخر کار تھوڑی دیر کے بعد پکار اٹھے:

’’میں اُس کو پا گیا، ہاں میں نے اُسے پالیا۔‘‘

پھر وہ زیر لب یہ کہتے ہوئے اپنے بستر کی طرف چلے گئے:

’’وہ ایسا مردِ مجاہد ہے جس کی شجاعت و بسالت اور جرأت ومردانگی کے گواہ بدر واُحد اور خندق و یمامہ کے میدان ہائے کارزار ہیں۔ نہ اس کی تلوار کا وار کبھی چوکا، نہ اس کے تیر کا نشانہ کبھی خطا ہوا، پھر یہ کہ اس نے دو ہجرتیں کیں اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں میں وہ ساتواں شخص ہے۔‘‘

صبح کو انہوں نے حضرت عتبہ ابن غزوان کو بلا بھیجا۔ جب حضرت عتبہؓ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے ایک مختصر سی فوج کی قیادت ان کے سپرد فرمائی جس کی تعداد تین سو سے کچھ زیادہ تھی اور وعدہ فرمایا کہ وہ بعد میں مزید کچھ آدمی ان کی مدد کے لئے بھیجتے رہیں گے۔

جب اس چھوٹے سے لشکر نے روانگی کا قصد کیا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کے قائد حضرت عتبہ ابن غزوانؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’عتبہ! میں تم کو سرزمین اُبلہ کی طرف روانہ کررہا ہوں۔ اُبلہ دشمن کے محفوظ ترین شہروں میں سے ہے۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی فتح میں تمہیں اپنی نصرت سے نوازے گا۔

جب تم وہاں پہنچنا تو پہلے اس کے باشندوں کو خدا کے دین کی طرف دعوت دینا۔ ان میں سے جو بھی تمہاری دعوت پر لبیک کہے اسے قبول کر لینا اور جو اسے قبول کرنے سے انکار کرے اس سے ذلت و رسوائی کے ساتھ جزیہ وصول کرنا، لیکن اگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوں تو ان سے قتال کرنا اور اس میں کسی قسم کی رعایت اور نرمی سے کام نہ لینا۔‘‘

حضرت عمرؓ نے نصیحت کے اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

’’عتبہ! تم اپنی قائدانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات سے ہمیشہ ہوشیار رہنا کہ کہیں تمہارا نفس تم کو کبر وغرور میں مبتلا کر کے تمہاری آخرت کو تباہ نہ کر دے۔ تمہیں اس بات کا ہمیشہ احساس رہنا چاہئے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے سرفراز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذلت کو عزت اور تمہاری کمزوری کو طاقت میں بدل دیا۔ یہاں تک کہ تم ایک بااختیار امیر اور ایک قابل اطاعت قائد بن گئے کہ جب تم کوئی بات کہتے ہو تو وہ بغور سنی جاتی ہے اور کوئی حکم دیتے ہو تو اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ بشرطیکہ تم کو غرور اور فریب نفس میں مبتلا کر کے جہنم میں نہ جھونک دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس سے محفوظ رکھے۔‘‘

حضرت عتبہؓ اپنی مختصر فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اور بعض دوسرے مجاہدین کی بیویاں اور بہنیں بھی تھیں جن کی تعداد پانچ تھی۔ ان لوگوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں نرکل کے بہت زیادہ پودے تھے۔ یہ جگہ شہر اُبلہ سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ اس وقت ان لوگوں کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی۔ جب یہ لوگ بھوک سے بے تاب ہو گئے تو حضرت عتبہؓ نے چند آدمیوں سے کہا کہ وہ اس سرزمین میں کوئی ایسی چیز تلاش کریں جس کو ہم کھا سکیں۔ تو وہ لوگ اٹھے اور خوراک کی تلاش میں نکل پڑے۔ اس تلاش وجستجو اور حصولِ غذا کی کہانی ان میں سے ایک مجاہد نے یوں بیان کی ہے:

’’دریں اثنا کہ ہم لوگ کسی قابل خوراک چیز کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ ایک جھاڑی میں گھس گئے۔ اس جھاڑی میں ہم کو دو بورے ملے۔ ان میں سے ایک بورے میں کھجوریں تھیں اور دوسرے بورے میں سفید سفید چھوٹے چھوٹے دانے تھے جو زرد رنگ کے چھلکوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ہم ان دونوں بوروں کو کھینچتے ہوئے لشکر کے قریب لائے، ہمارے ایک فوجی نے جب اس بورے کو دیکھا جس میں دانے تھے تو بولا کہ یہ کوئی زہریلی چیز ہے، جس کو دشمنوں نے ہمارے لئے رکھا ہے۔ اس کے قریب نہ جانا، ہم لوگ اس کو چھوڑ کر کھجور پر ٹوٹ پڑے اور اس کو کھانے میں مشغول ہو گئے۔ ابھی ہم کھجوروں کو کھا ہی رہے تھے کہ ایک گھوڑا اپنی رسی تڑا کر اس بورے کے پاس پہنچ گیا اور اس میں سے کھانے لگا۔ ہم نے چاہا کہ مرنے سے پہلے اس کو ذبح کر دیں تا کہ اس کا گوشت ہمارے کھانے کے کام آجائے، مگر اس گھوڑے کے مالک نے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ میں رات میں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ اگر مجھے اس کے مرنے کا اندیشہ ہوا تو اسے ذبح کر دوں گا۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ گھوڑا بالکل ٹھیک ٹھاک اور تندرست ہے۔ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔

میری بہن نے مجھ سے کہا کہ بھائی جان! میں نے ابا کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر زہریلی چیز کو آگ پر رکھ کر پکا دیا جائے تو وہ نقصان نہیں پہنچاتی، پھر اس نے تھوڑے سے دانے لئے اور انہیں ایک دیگچی میں رکھ کر اس کے نیچے آگ جلا دی، پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ پکار اٹھی: ’’اِدھر آؤ! دیکھو کس طرح اس کا رنگ سرخ ہوا، پھر اس کا چھلکا پھٹا اور اس میں سے سفید دانہ نکل آیا۔‘‘ پھر جب کھانے کے لئے ہم نے اس کو ایک طشت میں رکھا تو عتبہؓ نے ہم سے کہا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ، ہم نے اس کو کھایا، وہ نہایت لذیذ اور مزیدار تھا۔ پھر بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ اس دانے کا نام دھان ہے۔‘‘

اُبلہ جس کو فتح کرنے کے لئے حضرت عتبہؓ اپنی فوج کے ساتھ آئے تھے، ایک مضبوط اور مستحکم شہر تھا جو دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھا۔ اہل فارس نے اس کو اپنے اسلحوں کی ذخیرہ گاہ بنا رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے دشمنوں کی نگرانی کے لئے اس کی فصیلوں پر برجیاں بنا رکھی تھیں، جہاں سے وہ حملہ آوروں پر دور ہی سے نظر رکھ سکتے تھے، لیکن مقاتلین کی قلتِ تعداد اور سامان حرب کی کمی کے باوجود یہ سارے انتظامات حضرت عتبہؓ کو ان کے اوپر حملہ کرنے سے نہ روک سکے۔ اس وقت حضرت عتبہؓ کے پاس لڑنے والوں کی تعداد چھ سو سے زیادہ نہیں تھی اور ان میں چند عورتیں بھی شامل تھیں۔ ان کے پاس تلواروں اور نیزوں کے علاوہ دوسرے اسلحے بھی نہیں تھے۔ اس لئے اس کی تلافی کے لئے ان کو اپنی ذہانت اور فوجی سوجھ بوجھ کا استعمال ناگزیر تھا۔

انہوں نے کچھ جھنڈے بنائے اور انہیں نیزوں پر لگا کر عورتوں کے حوالے کیا، اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان جھنڈوں کو لے کر فوج کے پیچھے پیچھے چلیں اور ان کو اس بات کی ہدایت کی کہ جب ہم لوگ شہر کے قریب پہنچ جائیں تو وہ ہمارے پیچھے خوب گرد و غبار اڑائیں۔ اتنی کہ اس سے پوری فضا ڈھک جائے، پھر جب یہ لوگ شہر کے قریب پہنچے تو ایرانی دروازہ کھول کر شہر سے باہر نکلے اور انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، لیکن جب انہوں نے ان جھنڈوں کو ان کے پیچھے حرکت کرتے ہوئے دیکھا اور فضا کو گرد و غبار سے اٹا ہوا پایا تو باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ فوج کا ہراول دستہ ہے۔ اس کے پیچھے ایک لشکر جرار ہے جو گرد و غبار اڑاتا چلا آرہا ہے۔ اور ہم لوگ تعداد میں بہت کم ہیں۔ ان کے دلوں میں بزدلی سرایت کر گئی اور ان کے اوپر خوف و ہراس مسلط ہوگیا، پھر تو وہ اپنے ہلکے پھلکے اور بیش قیمت سامان سمیٹ کر ان کشتیوں کی طرف تیزی سے لپکے جو دریائے دجلہ کے ساحل پر کھڑی تھیں اور ان پر سوار ہو کر انہوں نے راہِ فرار اختیار کر لی اور حضرت عتبہؓ کسی جنگ و جدال کے بغیر ابلہ پر قابض ہوگئے اور انہیں اپنا ایک آدمی بھی ضائع نہیں کرنا پڑا، پھر اس کے اردگرد کے شہروں اور آبادیوں کو فتح کر لیا۔ اس موقع پر بے شمار و بے اندازہ مالِ غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ ان فوجیوں میں سے ایک شخص جب مدینے واپس آیا اور لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ اُبلہ میں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا کہ تم کس کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ خدا کی قسم میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ لوگ سونے اور چاندی کے وزن کرنے کے بجائے پیمانوں سے ناپتے ہیں۔ یہ سن کر لوگوں نے اپنی سواریوں کے رُخ اُبلہ کی طرف کر دیئے۔

اُس وقت حضرت عتبہ ابن غزوانؓ نے محسوس کیا کہ اگر ان کے فوجی مفتوحہ علاقوں میں سکونت پذیر ہوگئے تو یہ آرام طلبی اور تن آسانی کے عادی ہو جائیں گے اور یہاں کے باشندوں کے طور اختیار کر کے روحِ جہاد سے یکسر عاری ہو جائیں گے اور ان کے اندر حرب وضرب اور قتال و جہاد کے جذبات کمزور پڑ جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے خط لکھ کر امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے شہر بصرہ کی تعمیر کی اجازت طلب کی اور جس جگہ پر وہ اس شہر کو بسانا چاہتے تھے اس کے بارے میں مفصل معلومات خلیفہؓ کو فراہم کیں تو خلیفہ نے ان کو اس کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت عتبہؓ نے نئے شہر کی پلاننگ کی اور سب سے پہلے اس کی عظیم الشان مسجد کی تعمیر کی اور اس میں کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ وہ اور ان کے ساتھی راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لئے مسجد ہی کے واسطے تو نکلے تھے، اور اس مسجد ہی کی وجہ سے تو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو دشمنانِ خدا پر فتح وکامرانی حاصل ہوئی تھی۔

پھر لوگ زمین کے پلاٹوں کے حصول اور مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ لیکن خود حضرت عتبہؓ نے اپنے واسطے کوئی مکان نہیں بنوایا، وہ مستقل طور پر کمبلوں سے بنے ہوئے ایک خیمے میں سکونت پذیر رہے، کیونکہ وہ اپنے دل میں پہلے ہی سے کوئی بات طے کر چکے تھے....

حضرت عتبہؓ نے دیکھا کہ بصرہ میں مسلمانوں کو وہ عیش وآرام اور دنیاوی ساز وسامان حاصل ہوگیا جس کی وجہ سے آدمی از خود رفتہ ہو جاتا ہے اور اپنی اصل حیثیت اور حقیقی ذمہ داریوں کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ ان کے ساتھی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہی لوگ جو کچھ دنوں پہلے چاول سے زیادہ لذیذ تر کسی کھانے سے ناواقف تھے۔ اب نفیس ترین ایرانی کھانے، فالودہ اور لوزینہ وغیرہ مزے لے لے کر کھاتے تھے۔ ایسی حالت میں حضرت عتبہؓ کو دنیاوی عیش وآرام کے مقابلے میں اپنے دین کی حفاظت اور دنیا کے فوری اور عارضی فوائد کے بالمقابل آخرت میں حاصل ہونے والے دائمی اور لازوال منافع کو طلب کرنے کی فکر دامن گیر ہو گئی۔ انہوں نے لوگوں کو بصرہ کی جامع مسجد میں جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر فرمائی:

''لوگو! یہ دنیا اپنے سفر کے آخری مراحل طے کر رہی ہے اور تم اسے چھوڑ کر ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال اور ابدی ہے، تو تم اپنے بہترین اعمال کو ساتھ لے کر اس میں منتقل ہونے کی فکر کرو، میں نے وہ وقت بھی دیکھا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صرف سات آدمی ایمان لائے تھے۔ اس وقت درختوں کی پتیوں کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہم کو کھانے کے لئے میسر نہ تھی۔ ان پتیوں کو کھانے کی وجہ سے ہماری باچھیں زخمی ہوگئی تھیں۔ ایک دن مجھے کہیں سے ایک چادر مل گئی، اُسے میں نے اپنے اور سعد ابن ابی وقاصؓ کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کر دی۔ آدھی چادر میں نے اوڑھی آدھی سعدؓ نے اور آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم

میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی شہر کا امیر اور حاکم نہ ہو، میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے آپ کو عظیم سمجھوں لیکن خدا کے یہاں صغیر و حقیر بن جاؤں۔‘‘

اس کے بعد حضرت عتبہؓ نے ان میں سے ایک شخص کو اپنا قائم مقام بنایا اور ان سے رخصت ہو کر مدینہ کا رُخ کیا اور بارگاہِ خلافت میں پہنچ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں گورنری سے اپنا استعفاء پیش کر دیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے ان کا استعفاء نامنظور فرماتے ہوئے انہیں اپنی ذمہ داری سنبھالنے کی تاکید کی۔ حضرت عتبہؓ استعفاء کی منظوری کے لئے اصرار کرتے رہے، لیکن خلیفہؓ نے ان کی ایک نہ سنی اور انہیں بصرہ واپس جانے کا حکم دیا۔ آخر کار بادل نخواستہ وہ اس کے لئے تیار ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے:

’’خدایا! مجھے اب وہاں واپس نہ لے جا۔ خدایا!....‘‘

اور ان کی یہ دعا بارگاہ خداوندی میں شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہوئی۔ ابھی وہ مدینے سے زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ اچانک ان کی اونٹنی کا پاؤں پھسلا، حضرت عتبہؓ نیچے گرے اور زندگی سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆ .... ☆☆

مولانا حکیم عبداللطیف اٹھارہ ہزاریؒ

حضرت مولانا حکیم عبداللطیفؒ اٹھارہ ہزاری جھنگ نے ۱۹۵۵ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ جیسی جبال العلم شخصیات سے علوم نبویہ کے اسرار و رموز حاصل کئے۔ حضرت مولانا نے تمام پرچہ جات عربی میں حل کئے۔ جس پر استاذ محترم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سند پر لکھا: ’’یہ شخص درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔‘‘

حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر اپنے آبائی علاقہ حسن والا میں مدرسہ اشاعت الاسلام کی بنیاد رکھی۔ جہاں اس زمانہ کے ماہر اساتذۂ کرام اور قرأ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ علاقہ میں مکاتب قرآنیہ کا جال بچھا دیا۔ مدرسہ میں فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق تک خود اسباق پڑھائے۔ یہ بستی دریائے جہلم کے کنارہ پر واقع ہونے کی وجہ سے کئی مرتبہ زیر آب آئی۔ ۱۹۷۳ء کے سیلاب میں مدرسہ کی عمارت مکمل دریا برد ہوگئی تو اساتذۂ کرام اور مشائخ عظام کے مشورہ سے آپ نے اٹھارہ ہزاری ضلع جھنگ مین ملتان خوشاب روڈ میں ۱۹۷۷ء میں اپنے رشتہ میں جد امجد قطب الاقطاب حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کے نام کی نسبت سے ادارہ کا نام دار العلوم محمدیہ تجویز فرمایا اور مشاق اساتذۂ کرام کی حفظ و ناظرہ کے لئے خدمات حاصل کیں۔ ادارہ کی ابتدا چھپر سے ہوئی، پھر اللہ پاک کے فضل و کرم اور آپ کے شیخ اول قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ نور اللہ مرقدہ کی دعاؤں سے اللہ پاک نے قطعہ اراضی عطا فرمایا۔ ماشاء اللہ آج ادارہ کی اپنی خوبصورت عمارت ہے۔ مسجد کا سنگ بنیاد آپ کے شیخ ثانی حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندیؒ چکوال نے رکھا۔ آپ اپنے علاقہ سے ہر روز موٹر سائیکل پر تشریف لاتے۔ آپ نے گزر بسر کے لئے مطب قائم کیا۔ آپ کا اصلاحی تعلق ہمارے حضرت بہلویؒ سے تھا اور حضرتؒ سے مجاز بھی ہوئے حضرت والا کی وفات کے بعد اصلاحی تعلق حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندیؒ چکوال سے قائم کیا اور یہاں سے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمائے گئے، مرشد ثانی کی وفات کے بعد ان کی قائم کردہ خانقاہ نقشبندیہ حبیبیہ چکوال کے سرپرست رہے۔

آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنے علاقہ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

آپ کی زندگی میں آپ کے فرزند ارجمند مولانا حکیم محمد قاسم سلمہ نے جامعہ اور مطب کا نظم سنبھال کر آپ کو اللہ، اللہ اور دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔

آپ کے فرزند ارجمند مولانا حکیم محمد قاسم سلمہ نے ۱۹۸۹ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ ۱۹۸۹ء سے اب تک جامعہ کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہیں۔ نیز والد محترم کی طرح گزر بسر کے لئے مطب کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ نیز جامعہ میں بخاری شریف کی تدریس بھی فرماتے ہیں۔ ۲۰/ اکتوبر جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم نے آپ کے قائم کردہ ادارہ مظاہر العلوم روڈ و سلطان کی وسیع و عریض مسجد میں دیا اور رات کا قیام و طعام جامعہ دار العلوم محمدیہ میں رہا۔ جامعہ کے استاذ محترم مولانا مفتی محمد طاہر مدظلہ نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ حسب عادت یہ چند سطور تحریر کر دی ہیں، تاکہ قارئین بھی اس عظیم شخصیت سے متعارف ہو سکیں۔

حضرت حکیم صاحب قبلہ نے اپنی زندگی میں جہاں جہاں ذکر و فکر کی مجالس قائم کیں۔ آپ کے جانشین مولانا حکیم محمد قاسم مدظلہ نے انہیں سنبھالا ہوا ہے، موصوف مبلغین ختم نبوت کی علاقہ میں بھرپور سرپرستی فرماتے ہیں۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

صہیونیت اور اسرائیل

تاریخی پس منظر

تیسری قسط

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

یہودی قبائل کی مدینہ منورہ سے جلاوطنی:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ آنے سے پہلے یہ حکومت بنی تو تینوں یہودی قبیلے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ اس ریاست کا فرد تھے اور میثاق مدینہ کے نتیجے میں بننے والی حکومت کا بھی حصہ تھے، لیکن اپنی سرشت کے باعث کہ حسد اور سازش یہودیوں کی سرشت میں شامل ہے اور معاہدے کی خلاف ورزیاں کرتے کرتے ایک ایک کر کے مدینہ منورہ سے جلاوطن ہوئے۔ یہودی مرحلہ وار میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے رہے اور قبائل کی روایت کے مطابق جو جرگوں کے فیصلے ہوتے تھے، اس کے مطابق جلاوطن ہوتے رہے۔

غزوۂ بدر کے بعد پہلے مرحلے میں بنو قینقاع جلاوطن ہوئے۔ بنو قینقاع کا ایک واقعہ ہوا تھا۔ ایک بچے کا سر کچلا گیا تھا۔ اس پر ایکشن ہوا، جرگہ بیٹھا اور جرگے نے فیصلہ کیا، لہٰذا بنو قینقاع کو معاہدے کی خلاف ورزی پر جلاوطن کیا گیا۔ غزوہ احد کے بعد بنو نضیر کا محاصرہ کیا گیا وہ بھی عہد شکنی کی وجہ سے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی تھی جس میں ناکام ہوئے۔ غزوہ احزاب کے بعد بنو قریظہ کو جلاوطن کیا گیا کہ وہ احزاب کی جنگ میں حملہ آوروں کے ساتھ تھے۔ ان کی خفیہ ساز باز تھی جو ثابت ہوگئی تو ان کو بھی عہد شکنی کی وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی عظیم سیاسی حکمت عملی:

اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت عملی اور یہودیوں کی کوتاہ اندیشی تھی کہ یہود نے میثاق مدینہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو مستحکم کرنے کی بجائے اس کی خلاف ورزی کر کے اپنے راستے خود مسدود کر دیئے اور پانچ سال کے عرصے میں پورا مدینہ منورہ یہودیوں سے خالی ہوگیا۔ بنو قریظہ کی جلاوطنی کے بعد اکا دکا کوئی یہودی مدینہ منورہ میں رہ گیا ہوگا بطور قبیلے کے تمام قبائل جلاوطن ہوگئے تھے۔ مدینہ منورہ کی ریاست کو سب سے زیادہ خطرہ انہی سے تھا، لیکن غزوۂ احزاب کے خاتمے تک یہ تینوں قبیلے صاف ہوگئے تھے۔

یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی حکمت عملی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت عظیم سیاست دان تھے۔ ہم دوسری باتوں کے متعلق تو پوچھتے ہیں، مگر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاست کیسی کی تھی؟ اپنی معاصر قوتوں سے کیسے نمٹے تھے؟ کیا حکمت عملی اختیار کی؟ آج بھی دنیا حیران پریشان ہے کہ انہوں نے کیا طریقہ اختیار کیا کہ پانچ سال کے عرصے میں سارے یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ جلاوطن ہونے کے بعد یہودی خیبر میں اکٹھے ہوتے گئے اور خیبر کو اپنا مرکز بنالیا۔ خیبر میں یہودیوں کی آبادی خاصی تھی۔ وہاں انہوں نے قوت جمع کی۔ خیبر میں ان کے سب سے بڑے سردار حیی بن اخطب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خسر بزرگوار تھے۔ ام المومنین حضرت صفیہؓ ان کی بیٹی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی جنگی حکمت عملی:

اس کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبریں ملنے لگیں کہ یہودی خیبر میں ہمارے خلاف تیاریاں کر رہے ہیں تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے نمٹنے کے لئے پہلے اپنے خاندان قریش سے صلح کی جو کہ صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمزور شرطوں پر صلح کر لی۔ صلح حدیبیہ کی شرطیں دیکھ کر حضرت عمرؓ کو بار بار غصہ آتا تھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ تھا کہ یہودیوں سے نمٹنے کے لئے مشرکین مکہ سے صلح ضروری ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت عملی پر غور کریں کہ جب تک قریشیوں سے جنگ تھی، یہود سے معاہدہ تھا اور

جونہی قریشیوں سے صلح ہوئی ہے تو حدیبیہ سے واپسی پر سیدھے خیبر پر حملہ کردیا۔

غزوۂ خیبر:

تصور کیجئے کہ بظاہر کتنی کمزور شرطوں پر صلح کی ہے لیکن جونہی معاہدہ ہوا۔ حدیبیہ سے آتے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ بھی انتظار نہیں کیا اور خیبر پر چڑھائی کردی اور ایسے چڑھائی کی کہ خیبر والوں کو پتا ہی نہیں چلنے دیا جب تک خیبر میں پہنچ نہیں گئے۔ خیبر کے یہودی صبح اپنے کاموں پر جارہے تھے کہ اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر پر نظر پڑی تو چونکے: ''محمد و الخمیس'' (محمد آگئے، لشکر آگیا)۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رازداری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ سے لشکر لے کر چلے، خیبر پہنچے، جب تک خیبر کی گلیوں میں داخل نہیں ہوئے خیبر والوں کو کچھ پتا نہیں چلنے دیا کہ میں آگیا ہوں۔ چنانچہ خیبر میں جنگ ہوئی اور یہودیوں کو شکست ہوئی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں پر حملہ کرنے سے پہلے قریشیوں سے معاہدہ کرنا ضروری سمجھا اور قریش سے جنگ کرنے سے پہلے یہودیوں سے معاہدے کئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو محاذ بیک وقت نہیں کھولے، یہ آپ کی حکمت عملی کی انتہا تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودِ خیبر کو پھر بھی ایک موقع دیا اور خیبر کی زمینیں بطور مضارع کے ان کے حوالے کردیں، پھر یہودی خیبر میں ہی رہے۔ لیکن جاتے جاتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصیت کرگئے تھے: ''اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب'' (یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا)۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیتوں میں سے ہے۔ اس وصیت پر حضرت عمرؓ نے عمل کیا اور اپنے دورِ خلافت میں یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کردیا۔

اس سارے واقعہ میں چودہ پندرہ سال لگے ہیں۔ دس سالہ مدنی دور عہد نبوی، اڑھائی سالہ عہد صدیقی اور اس کے سال، ڈیڑھ سال بعد یعنی پندرہ سال کے اندر اندر یہودی پورے جزیرۃ العرب سے بے دخل ہوچکے تھے۔ مدینہ منورہ سے بھی اور خیبر سے بھی نکل چکے تھے اور کہیں تھے ہی نہیں۔ اسی لئے یہودی کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیں مدینہ اور خیبر سے زبردستی نکالا تھا، لہٰذا خیبر بھی ہمارا ہے اور مدینہ بھی ہمارا ہے، ہم دوبارہ واپس جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس ارادے میں ناکام و نامراد فرمائیں۔

یہود آج سے ایک صدی پہلے تک:

خیبر کی جلاوطنی سے لے کر آج سے ایک صدی پہلے تک دنیا میں کہیں بھی ہماری یہودیوں کے ساتھ کوئی کشمکش، جھگڑا اور کوئی جنگ نہیں ہے۔ ان سے آخری معاملہ حضرت عمرؓ کے ان کو خیبر سے جلاوطن کرنے کا تھا۔ اس کے بعد جنگ عظیم اول کے دور تک یہودیوں کے ساتھ دنیا میں ہمارا کہیں بھی کوئی تنازعہ نہیں رہا۔ اس دوران تقریباً بارہ تیرہ سو سال بنتے ہیں۔ یہ بارہ تیرہ سو سال کیفیت یہ تھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں کشمکش تھی۔ عیسائی یہودیوں پر ظلم ڈھاتے تھے، ان کی مسلسل پٹائی کرتے رہے اور مسلمان یہودیوں کی پناہ گاہ تھے۔ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک ہم یہودیوں کی سب سے محفوظ پناہ گاہ رہے ہیں۔ عیسائیوں نے اٹلی، فرانس اور برطانیہ میں یہودیوں کو بہت مارا ہے۔ انہیں آگ میں جلا دیتے تھے اور قتل کردیتے تھے۔ پون صدی قبل ان کا آخری راؤنڈ ہٹلر والا ہے، جسے ہولوکاسٹ کہتے ہیں۔ ہٹلر آخری عیسائی تھا جس نے یہودیوں کو بہت مارا، وہ تو کہتا تھا کہ دنیا میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک ایک یہودی بھی زندہ ہے۔ اس کی یہ بات ٹھیک تھی۔

یہ الگ داستان ہے، لیکن میں یہ ذکر کررہا ہوں کہ یہ امر واقع ہے، یہودی مورخ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہر طبقے میں ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، منصف مزاج بھی ہوتے ہیں۔ آج کا منصف مزاج یہودی مورخ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ یہودیوں کی بارہ سو سال سے زیادہ عرصے تک عیسائیوں کے ساتھ لڑائی تھی اور دنیا میں ہمیں اندلس کی مسلمان حکومت اور ترکی کی خلافتِ عثمانیہ سے اچھی پناہ گاہ کہیں نہیں ملی۔ اندلس کی مسلمان حکومت اور خلاف عثمانیہ یہودیوں کو پناہ دیتے تھے، پروٹوکول اور اعزاز دیتے تھے، انہیں پیسے دیتے تھے اور ان پر خرچ کرتے تھے۔ تقریباً بارہ سو سال یہ کیفیت رہی ہے کہ یہودی دنیا بھر میں افراتفری کا شکار تھے، کہیں بھی یہودیوں کی ریاست نہیں تھی۔

تحریکِ صہیونیت:

یہودیوں کے ذہن میں ابتدا میں ہی یہ تصور تھا جو نسل در نسل انہیں منتقل ہوتا چلا آیا ہے کہ فلسطین ہمارا قومی وطن ہے اور ہم نے وہ وطن واپس لینا ہے۔ یہ سبق انہیں نسل در نسل پڑھایا جاتا رہا اور وہ یہ سمجھتے تھے اب بھی سمجھتے ہیں کہ فلسطین سے ہمیں زبردستی نکالا گیا تھا، وہ ہمارا حق

ہے۔ یہ بات یہودیوں کے ذہنوں میں پرورش پاتی رہی حتی کہ ۱۸۹۷ء میں یورپی ملک سوئٹزر لینڈ کے شہر باسل میں یہودیوں کی عالمی کانگریس ہوئی ان کے دنیا بھر کے نمائندے آئے۔ وہاں انہوں نے صہیونیت کے نام سے ایک نئی تحریک کا آغاز کیا۔

صہیون فلسطین میں ایک پہاڑی کا نام ہے جو کہ بیت المقدس کے ساتھ ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں ثور، حرا اور صفا، مروہ کی پہاڑیاں مقدس ہیں، اسی طرح ان کے ہاں صہیون کی پہاڑی بہت مقدس ہے اور اسے یہودیوں کے ہاں وہی درجہ حاصل ہے جو ہمارے ہاں صفا، مروہ اور حرا کی پہاڑیوں کو حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑی پر حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ آپ علیہ السلام کئی کئی مہینے وہاں خلوت میں جایا کرتے اور عبادت کیا کرتے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کی اس نسبت سے صہیون پہاڑی کے نام پر انہوں نے صہیونزم کی تحریک منظم کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ہم نے اپنا قومی وطن واپس لینا ہے۔

یہودیت نسلی مذہب:

یہ بھی واضح رہے کہ یہودیت خالص نسلی مذہب ہے۔ دنیا میں مذاہب کے اپنے اپنے مزاج ہیں، یہودیت بنی اسرائیل کا مذہب ہے۔ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب نسلی ہے۔ اسی لئے یہودی کسی غیر قوم کو یہودی ہونے کی دعوت نہیں دیتے۔ کوئی اور اگر یہودی ہو جائے تو اسے قبول کر لیتے ہیں، لیکن اسرائیلی نسل سے ہٹ کر کسی کو یہودی ہونے کی دعوت نہیں دیتے اور ان کے عقیدے میں تفاخر شامل ہے کہ دنیا میں حکمرانی صرف بنی اسرائیل اور یہودیوں کا حق ہے۔ باقی ساری قومیں ہماری محکومیت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ نسلی تفاخر پر ہی ان کے مذہب کی بنیاد ہے اور نسلی تفاخر پر ہی ان کی ریاست اور قومیت کی بنیاد ہے۔

مسئلہ فلسطین کا پس منظر:

اس زعم کے ساتھ جب یہودیوں نے ۱۸۹۷ء میں فلسطین پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا تو صورتحال یہ تھی کہ فلسطین خلافت عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا۔ خلافت عثمانیہ کا مرکز استنبول تھا جو اس وقت قسطنطنیہ کہلاتا تھا۔ خلافت عثمانیہ میں مشرقی یورپ، ایشیا کے اکثر علاقے، عرب تقریباً سارا، افریقا کے کچھ ممالک الجزائر، تیونس وغیرہ تھے۔ خلافت عثمانیہ تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی۔ ایک زمانہ گزرا جب خلافت عثمانیہ نے دنیا کی سپر پاور کے طور پر تین سو سال حکمرانی کی ہے۔ اس کا مجموعی زمانہ تقریباً چار، ساڑھے چار سو سال بنتا ہے۔ اس وقت عثمانی خلیفہ عبدالحمید ثانی امیر المومنین تھے جو کہ بڑے سمجھدار، ذہین اور حوصلہ مند خلیفہ تھے۔ عبدالحمید ثانی ۱۸۷۶ء سے ۱۹۰۹ء تک خلیفہ رہے ہیں۔

یہ ان کی خلافت کا زمانہ تھا۔ یہودیوں نے ان سے سودے بازی کی کوشش کی۔ یہودیوں کا لیڈر تھوڈرل ہرتزل منتخب ہوا۔ یہودی کانگریس نے اسے اپنا چیئرمین منتخب کیا اور اس کے ذمہ لگایا کہ تم فلسطین کی بحیثیت یہودی قومی وطن کے واپسی کے راستے ہموار کرو۔ عالمی کانگریس میں یہ فیصلہ ہوا کہ ہم فلسطین یہودی قومی وطن کے طور پر واپس لیں گے اور وہاں اسرائیل ریاست قائم کریں گے۔ سلطان عبدالحمید ثانی جو بعد میں معزول کر دیئے گئے تھے۔ جلاوطنی میں زندگی گزاری ہے۔ یہ ایک الگ تاریخ ہے۔ سلطان کی یادداشتیں چھپ چکی ہیں۔ اصل میں ترکش میں تھیں اب عربی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ سلطان عبدالحمید ثانی نے اپنی یادداشتوں میں اس کی تفصیلات لکھی ہیں۔ میں اس کا کچھ خلاصہ ذکر کر دیتا ہوں۔

فلسطین میں آبادکاری کے لئے خلافت عثمانیہ سے درخواست:

سلطان عبدالحمید ثانی کہتے ہیں کہ ہرتزل جو یہودیوں کا عالمی لیڈر تھا باب عالی میں مجھ سے ملنے آیا۔ باب عالی خلافت کا مرکز تھا۔ جس طرح آج کل امریکا کا مرکز علامتی طور پر وائٹ ہاؤس ہے۔ بابِ عالی کو دنیا میں وہی پوزیشن حاصل تھی جو اس وقت وائٹ ہاؤس کو حاصل ہے۔ ہرتزل باب عالی میں آیا اور پیشکش کی کہ خلافت عثمانیہ پر جتنے قرضے ہیں وہ میں ادا کر دوں گا۔ آپ ایسا کریں کہ فلسطین میں ہم یہودیوں کو زمین خریدنے اور وہاں آباد ہونے کی سہولت اور اجازت فراہم کریں، کیونکہ خلافت عثمانیہ کے دور میں قانون یہ تھا کہ یہودی فلسطین آ سکتے ہیں، اپنے مقدس مقامات کی زیارت کر سکتے ہیں، کچھ دن رہ سکتے ہیں، لیکن مستقل آباد نہیں ہو سکتے، زمین خرید نہیں سکتے اور کاروبار نہیں کر سکتے۔ اس کی اجازت انہیں قانوناً نہیں تھی۔

اس کی وجہ کیا تھی؟ سلطان عبدالحمید مرحوم لکھتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے کہ یہودی مالدار قوم ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر بڑی رسوا قوم تھی، بکھرے ہوئے تھے لیکن مال ان کے پاس تھا۔ تو یہ آ کر زمینیں خریدیں گے، آباد ہوں گے اور پھر

آہستہ آہستہ فلسطین پر قبضہ کرلیں گے۔ ہمیں یہودیوں کے عزائم کا علم تھا تو اس بنیاد پر خلافت عثمانیہ نے پابندی لگارکھی تھی کہ یہودی یہاں زمین نہیں خرید سکتے ، نہ یہاں آباد ہوسکتے ہیں اور نہ کاروبار کرسکتے ہیں۔ ہاں اپنے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے آسکتے ہیں۔ ہرتزل نے سلطان عبدالحمید سے درخواست کی کہ ہم یہودیوں کو یہاں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ فلسطین کے علاقے میں ہمیں زمین خریدنے اور آباد ہونے کی اجازت دی جائے اور یہ پیشکش کی کہ خلافت عثمانیہ مقروض ہیں۔ ہم اس کے سارے قرضے ادا کردیں گے۔عبدالحمید ثانی نے انکار کردیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا، چنانچہ وہ ناکام واپس چلا گیا۔

پھر دوبارہ ایک یا دوسال بعد ہرتزل خلیفہ عبدالحمید کے پاس آیا اور پیشکش کی کہ ہم تمہارے قرضے بھی ادا کردیں گے اور وہ دور سائنس کی ترقی کا دور تھا، سائنسدان تقریباً اکثر یہودی تھے۔اس نے کہا میں سارے سائنسدان آپ کو فراہم کردوں گا یعنی پیسہ بھی دوں گا اور سائنسی ترقی میں آپ کی امداد بھی کروں گا اور ایک بلینک چیک دستخط کرکے سلطان عبدالحمید کے سامنے رکھ دیا کہ جتنے پیسے آپ کو ضرورت ہوں اس پر لکھیں، ہم اس کے ذمہ دار ہیں، لیکن آپ ہماری یہ درخواست قبول کریں۔

سلطان کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت ذرا غصے کا اظہار بھی کیا۔ میں نے کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ میرے پاس اس کام کے لئے نہ آنا۔ میں یہ بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں کہ فلسطین میں یہودیوں کو جگہ خریدنے کی اجازت دوں۔ میں اس کا روادار نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے عزائم کا علم ہے۔تم بیت المقدس پر قبضہ کرنا چاہ رہے ہو اور اس کے لئے تمہاری یہ چال ہے۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا اور آئندہ اس مقصد کے لئے تمہیں میرے پاس آنے کی اجازت نہیں ہے۔ سلطان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے عملے کو بھی ہدایت کردی کہ آئندہ اس شخص کو ملاقات کا وقت نہ دیا جائے۔

جب عبدالحمید نے ہرتزل کو ڈانٹا، اس کی درخواست مسترد کردی تو اس کے بعد یہودیوں نے مایوس ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ یہ تو ہماری بات سننے کو تیار نہیں ہے، لہٰذا اب ہم کسی اور سے رابطہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی دشمن قوتیں جوان کی بھی دشمن تھیں۔ برطانیہ، فرانس، اٹلی اور روس وغیرہ یہودی دشمن ممالک تھے، یہودیوں کو ان کے ہاں کوئی رسائی حاصل نہیں تھی، لیکن انہوں نے یہ طے کیا کہ اب ہم ان کے ساتھ رابطہ کریں گے۔

سلطان عبدالحمید لکھتے ہیں کہ میرے خلاف ملک میں ہنگامے شروع ہوگئے، تحریک شروع ہوگئی کہ یہ ظالم ہے۔ ’’انجمن اتحاد وترقی‘‘ کے نام سے کونسل بنی، نوجوان منظم ہوگئے، سلطان کے خلاف تحریک منظم ہوئی۔ سلطان ان ہنگاموں کا سامنا نہیں کرسکے اور انہیں معزول کردیا گیا۔ سلطان عبدالحمید لکھتے ہیں کہ مجھے تب اندازہ ہوا کہ میرے پیچھے سازشوں کا مرکز کیا ہے جب ملک کی دستور ساز اور قانون ساز کونسل کی طرف سے میری معزولی کا پروانہ لے کر میرے پاس جو شخص آیا تھا وہ یہودی تھا، ’’قرہ صو‘‘ ترک پارلیمنٹ کا ممبر اور صہیونی تحریک کا فرد تھا، جسے خلافت عثمانیہ نے پناہ دی تھی۔ پارلیمنٹ کے اس یہودی ممبر نے وہ پروانہ میرے ہاتھ میں دیا کہ اب آپ خلیفہ نہیں رہے۔عبدالحمید بڑا مضبوط خلیفہ تھا، اگر وہ معزول نہ ہوتا تو اس نے یہ صورت حال پیدا نہیں ہونے دینی تھی، لیکن وہ معزول ہوگیا اور نیا خلیفہ آ گیا تو اس کے بعد یہودیوں نے یورپین ملکوں سے رابطہ قائم کیا۔

یہود اور برطانیہ کے درمیان بالفور معاہدہ:

آپ نے اعلان بالفور کی اصطلاح سنی ہوگی۔ بالفور برطانیہ کے وزیر خارجہ کا نام تھا، اس کا پورا نام آرتھر جیمز بالفور تھا۔ یہودیوں نے برطانیہ کے ساتھ ساز باز شروع کی، وہ جنگ عظیم اول کا دور تھا، جنگ عظیم کی تیاریاں ہورہی تھیں یہودیوں نے برطانیہ کو پیشکش کی کہ آپ کی جنگ عظیم کے تمام اخراجات ہم برداشت کریں گے اور اپنی سائنس، ترقی اور ٹیکنالوجی سب آپ کے حوالے کردیں گے۔آپ ہمارا حق تسلیم کریں اور اعلان کریں کہ فلسطین یہودیوں کا قطعی وطن ہے اور فلسطین ہمیں دلوانے کا وعدہ کریں۔ اس وقت برطانیہ بھی عالمی قوت تھی۔ آدھی دنیا سے زیادہ پر اس کی حکمرانی تھی اور بڑی طاقت شمار ہوتی تھی۔

برطانوی وزیر خارجہ آرتھر جیمز بالفور نے ۱۹۱۷ء میں باقاعدہ اعلان کیا کہ ہم فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو وہاں سے نکالا گیا تھا اور ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ جونہی ہمیں حالات پر کنٹرول حاصل ہوا تو ہم فلسطین یہودیوں کو دلوانے میں ان کی مدد کریں گے۔ یہ اعلان بالفور کہلاتا ہے جو کہ تاریخ میں بالفور ڈیکلریشن کے نام سے معروف ہے۔ یوں یہودیوں سے برطانیہ کا یہ معاہدہ ہوگیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کی

کوششیں کیں، لیکن خلافت عثمانہ تیار نہیں ہوئی تو انہوں نے خلافت عثمانیہ کے مدِمقابل برطانیہ سے معاہدہ کرلیا اور پھر اس معاہدے پر بات آگے چلی۔

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء جنگ عظیم اول کا دورانیہ ہے۔ اس میں جرمنی کو شکست ہوئی۔ خلافت عثمانیہ بھی جرمنی کے ساتھ تھی تو خلافت عثمانہ کو بھی شکست ہوگئی۔ ترکی کے بڑے حصے پر متحدہ فوجیں داخل ہوگئیں اور خود ترکی کی خود مختاری خطرے میں پڑ گئی تھی۔ چنانچہ ترکی سے یہ معاہدہ کیا گیا کہ ترکی اپنی حدود سے باہر تمام علاقوں کے دعوے سے دستبردار ہوگا۔ ترکی حکومت ترکی دائرے میں رہے گی، اس کے علاوہ جتنے ممالک اس کے صوبے تھے ان سے دستبرداری کا اعلان کروایا گیا کہ ان پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ اس معاہدے پر ترکیہ کی خود مختاری تسلیم کی گئی اور خلافت عثمانیہ بھی ۱۹۲۴ء میں ختم ہوگئی۔

فلسطین پر برطانوی اتحاد کا قبضہ:

جنگ عظیم اول میں اتحادی قوتوں نے فاتحین نے مفتوحین کے علاقے تقسیم کیے تو اس میں برطانیہ نے فلسطین اپنی تحویل میں لے لیا۔ جس کی پلاننگ مکمل تھی تو برطانیہ نے اس کو سنبھال لیا اور پھر ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک فلسطین برطانیہ کی نوآبادی اور اس کی کالونی تھی۔ برطانوی نمائندہ ہائی کمشنر وہاں حکومت کرتا تھا۔ برطانیہ نے فلسطین کو اپنے قبضے میں لینے کے بعد خلافت عثمانیہ کے دور میں جو قانون تھا کہ یہودیوں کو فلسطین میں جگہ خریدنے کی اجازت نہیں ہے، وہ قانون منسوخ کردیا اور اجازت دے دی کہ دنیا بھر میں جہاں سے بھی یہودی آنا چاہیں ان کا حق ہے۔ وہ فلسطین کی زمین خرید سکتے ہیں، مکان بنا سکتے ہیں اور رہائش اختیار کرسکتے ہیں۔ اعلان بالفور کے وعدے کے مطابق کہ ہم فلسطین یہودیوں کو واپس دلوائیں گے برطانیہ نے فلسطین پر قبضے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ انہیں وہاں کی زمین خریدنے کی اجازت دے دی۔

فلسطینی زمین کی فروخت کے متعلق جید علماء کرام کا فتویٰ:

اس دوران جب یہودی دنیا کے مختلف حصوں سے وہاں جا کر فلسطینیوں سے زمینیں خرید رہے تھے اور فلسطینی بیچ رہے تھے، اس وقت فلسطین کے مفتی اعظم مفتی سید امین الحسینیؒ تھے۔ آپؒ صدر ایوب خان کے زمانے میں پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فتویٰ صادر کیا کہ یہودیوں پر فلسطین کی زمین بیچنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہودی یہ جگہ خرید کر یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں، آباد ہونے کے بعد یہاں اپنی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں اور بیت المقدس مسلمانوں سے چھیننا چاہتے ہیں۔ لیکن فلسطینی قوم نے اس فتویٰ کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

اس دور میں برصغیر کے بزرگوں میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی ان کی تائید میں فتوے دیئے۔

اگر یہ تفصیل پڑھنا چاہیں کہ علماء برصغیر کا اس میں کیا کردار تھا تو حضرت تھانوی قدس سرہ کی کتاب ''بوادر النوادر'' جو ان کے مختلف رسائل کا مجموعہ ہے، اس میں ایک مستقل رسالہ فلسطین کے مسئلے پر ہے۔ جس میں انہوں نے بھی مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور دوسرے حضرات کی طرح مفتی اعظم فلسطین کے فتوے کی حمایت کی ہے اور بڑے دلائل کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ فلسطین کی زمین یہودیوں پر بیچنا درست نہیں ہے۔ عالم اسلام کے اور علاقوں سے بھی علماء کرام نے اس فتوے کی تائید کی، لیکن فلسطینیوں نے اس فتوے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

اس فتوے کا صرف ایک ہی نتیجہ نکلا کہ زمین مہنگی ہوگئی۔ دوگنا اور تین گنا قیمت پر زمینیں فروخت ہوئیں۔ دنیا بھر سے یہودی فلسطین میں آنا شروع ہوگئے۔ وہ زمین خریدتے، وہاں آباد ہوتے اور مکان بناتے۔ وہ یہودی جو برطانیہ کے قبضے کے بعد فلسطین میں شاید ایک یا دو فیصد تھے۔ ۱۹۳۱ء تک ان کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ دس سال میں تقریباً چھ لاکھ یہودی دنیا کے مختلف خطوں سے آکر فلسطین میں آباد ہوگئے تھے اور آباد ہوتے جا رہے تھے۔

(جاری ہے)

ضروری اعلان

کاغذ کی گرانی، پرنٹنگ، ڈاک خرچ میں ہوشربا اضافہ کے سبب ہفت روزہ ختم نبوت کی انتظامیہ رسالہ کی قیمت بڑھانے پر مجبور ہے، لہٰذا مشورہ کے بعد یکم جنوری 2024ء سے فی شمارہ 25 روپے اور زرِ سالانہ 1200 روپے طے پایا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے قارئین اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔

(ادارہ)

مولانا عبدالمتین نوراللہ مرقدہ

مفتی ارشاداللہ عفی عنہ، (ناظم تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ تحصیل غزنی خیل، لکی مروت)

حضرت الاستاذ مولانا عبدالمتین نوّر اللہ مرقدہ گاؤں احمد خیل، تحصیل وضلع لکی مروت میں غلام حیدر کے ہاں 1949ء میں پیدا ہوئے اور عبدالمتین کے نام سے موسوم ہوئے۔

حضرت الاستاذؒ نے ابتدائی کتب جامعہ معراج العلوم بنوں میں 1969ء میں پڑھیں، درجہ خامسہ اور دیگر علمی فنون پڑھنے کے لئے اگلے سال جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک چلے گئے، اور 1976ء میں جامعہ ہی سے سندفراغت حاصل کی، اس وقت وفاق المدارس کے تحت صرف دورۂ حدیث کا امتحان ہوا کرتا تھا، دورۂ حدیث کے اس سال سالانہ امتحان میں تقریباً 120 طلبہ میں آپ چوتھے نمبر پر تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کئی مدارس میں مسند تدریس کو رونق بخشی، بالآخر لکی مروت شہر میں بیگو خیل روڈ پر 1986ء میں جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ اور تمام درسی درجات میں دورۂ حدیث تک کتب کی تدریس کی۔ حق تعالیٰ جل مجدہ نے حضرت الاستاذؒ کو کتاب پڑھانے کا عجیب ملکہ دیا تھا۔ بہت ہی مشکل بحث کو آسان گفتگو کے ساتھ حل کرواتے، فن نحو کی مشہور کتاب شرح ملا جامی پڑھانے کا انداز تو بندہ نے از خود دیکھا اور سنا ہے۔

بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ سے تھا، حضرت صاحبؒ کے ساتھ آپ کی عقیدت دیدنی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد آپ نے اپنا روحانی تعلق حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ سے قائم کیا تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کا جماعتی اور سیاسی تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا، جماعتی کام بخوبی سرانجام دیتے تھے اور موجودہ ضلعی تنظیم کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ جماعتی نظم سے اختلاف رکھنے والے کو خاطر میں نہ لاتے تھے، اور حضرت قائد جمعیت کے معتمد خاص تھے۔ مقامی یا ضلعی سطح پر جب جماعت کو کوئی ناخوشگوار موقع پیش آتا تو حضرت قائد جمعیت آپ سے مشاورت کرکے صحیح صورتحال معلوم کرتے؛ کیونکہ آپ جھوٹ اور منافقت کا لہجہ کبھی بھی اختیار نہ کرتے، اور نہ کبھی اپنے مفاد کی خاطر زبان سے کوئی نیچی بات کی۔

حضرت قائد جمعیت جب آپ کی تعزیت کے لئے تشریف لائے تو فرمایا کہ مولانا عبدالمتین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جن صلاحیتوں سے نوازا تھا، اور آپ کو جو علمی استعداد ملی تھی، اس کا اندازہ مجھے ہے، کیونکہ ہمارا طالب علمی کا زمانہ ایک تھا، حضرت مجھے شرح تہذیب کا تکرار کروایا کرتے تھے، اگرچہ وہ مجھ سے ایک دو درجہ آگے تھے لیکن کتاب کی فہم وتفہیم میں ایک خاص مہارت رکھتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے انتہائی محبت رکھتے تھے، آپ تحصیلی جماعت کے نائب امیر اور ضلعی جماعت کے سرپرست اعلیٰ تھے، ہر سال چناب نگر سالانہ کانفرنس میں تشریف لے جاتے، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ لکی مروت میں ختم نبوت کانفرنس کو کوئی بھی نہ جانتا تھا، ہم نے الحمدللہ کام شروع کیا۔ اپنے مدرسے کے طلبہ کو وقتاً فوقتاً ترغیب دیتے رہتے اور طلبہ کرام اپنے اپنے علاقوں میں ختم نبوت کے مشن کے حوالے سے محنت کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ اب مدرسہ کے طلبہ کا پورا ایک قافلہ ہر سال چناب نگر جاتا ہے، اور علاقے کے لوگوں کو کافی حد تک اس موضوع کی اہمیت کا شعور آگیا ہے۔ آخری دو تین سال حضرتؒ کی طرف سے اس کانفرنس میں حاضری کے سلسلے میں ناغہ ہوا تو فرمانے لگے کہ شوگر کے مرض نے طویل سفر کرنے سے لاچار کیا ہے، ورنہ دل وہاں جانے کا بہت کرتا ہے۔

حضرتؒ ایک حق گو، نڈر اور بارعب شخصیت تھے، ایک قابل فقیہ اور باصلاحیت مدرس تھے، دیوبندی نظریات کے صحیح محافظ تھے، شرک وبدعت اور معاشرے میں غلط رسومات کی نشاندہی کرکے بڑی سختی سے اس کی تردید فرماتے تھے۔ شرعی مسائل میں رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل فرماتے تھے، حق بات کہنے میں کبھی تردد نہیں فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ مدرسے میں وفاق کا امتحان چل رہا تھا، ایک طالب علم نے خلاف ضابطہ کام کیا، اور نگران اعلیٰ نے بغیر کسی ضابطہ کی کارروائی کے معاف کیا، بعد میں جب حضرتؒ کو پتہ چلا تو نگران اعلیٰ اور طالب علم دونوں کو بلایا۔ نگران اعلیٰ سے کہا کہ آئندہ کے لئے آپ میرے ادارے میں اس حوالے سے کوئی ڈیوٹی سرانجام نہیں دیں گے، اور طالب علم کو کہا کہ فی الفور آپ کا اخراج کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے کبھی بھی آپ کو داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

صبح کے وقت آدھا گھنٹہ اجتماعی طور پر تمام طلبہ کرام کو درس قرآن دیتے تھے، درس قرآن دیتے وقت دو باتوں پر بہت زور دیتے تھے، جن میں سے پہلی بات تو یہ تھی کہ عقیدہ درست اور پختہ ہو، جبکہ دوسری بات یہ تھی کہ دنیاداروں سے بالکل مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب، مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور ایک مرتبہ ختم بخاری شریف کے پروگرام کے موقع پر تشریف لائے تھے، تو فرمانے لگے کہ مولانا عبدالمتین صاحب سے طالب علمی کے زمانے میں ہم ایسے ڈرتے تھے جیسے ایک طالب علم اپنے استاذ سے ڈرتا ہے۔ اور مزید فرمایا کہ ہمارے استاد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ زروبی والے (جو کہ صدر صاحب کے نام سے مشہور تھے) انہوں نے مولانا عبدالمتین صاحب کو طالب علمی کے زمانے میں ہی کتاب پڑھانے کی اجازت دے دی تھی۔

حضرتؒ کی تفقہ اور شریعت کے امور پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فوت ہونے سے کچھ عرصہ پہلے جو وصیتیں آپ نے فرمائی تھیں ان میں یہ بیان کیا تھا کہ اگر ممکن ہو تو میرا جنازہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ (کندیاں) پڑھائیں، میرے جنازے میں کسی قسم کی بدعات پر عمل نہ کیا جائے، حتیٰ کہ چہرہ دکھانے والی رسم بھی نہ کی جائے، اور مجھے مدرسہ کی زمین میں بالکل دفن نہ کیا جائے، بلکہ مدرسہ کے ساتھ اپنے لئے اور اپنے خاندان والوں کی تدفین کے لئے ذاتی زمین خریدی ہے، اس میں مجھے دفن کیا جائے۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے جن حضرات کو بھی میری فوتگی کی اطلاع ہوجائے تو میرے لئے ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کردیں۔

حضرتؒ کا انتقال 26/ستمبر 2023ء کو بروز منگل ہوا اور بروز بدھ صبح نو بجے جنازہ اور تدفین کا عمل پورا ہوا، حضرت کے جنازے میں حضرت مولانا قاری محمد اسلم صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوشہرہ، حضرت مولانا عابد کمال صاحب، صوبائی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مولانا عبد القیوم حقانی صاحب مدظلہ، مدیر جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ جیسے اکابر حضرات اور بے شمار علماء کرام اور طلبہ کرام کے ساتھ عوام الناس کی ایک کثیر جماعت نے شرکت کی، اور حضرتؒ کا جنازہ حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ سے ہی وصیت کے مطابق پڑھوایا گیا، اور حضرت کے لئے سفر میں چند حفاظتی اور دیگر مسائل کی وجہ سے حضرت چونکہ رات کو نہیں پہنچ سکتے تھے، اسی لئے بامر مجبوری حضرت کا جنازہ منگل کی جگہ مؤخر ہو کر بروز بدھ ادا کیا گیا۔ ☆☆

فلسطینیوں کا قتل عام اسرائیلی کھلی جارحیت ہے: علمائے کرام

لاہور..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم، سیکریٹری جنرل لاہور مولانا علیم الدین شاکر، پیر رضوان نفیس، ڈاکٹر عبدالواحد قریشی نے کہا ہے کہ فلسطینیوں کا قتل عام اسرائیلی کھلی جارحیت ہے، اسرائیل کی طرف سے غزہ کے شہریوں کے خلاف جنگی جرائم جاری ہیں، نہتے فلسطینی خوراک ادویات اور بنیادی ضروریات زندگی تک سے محروم ہیں۔ غزہ کا محاصرہ، شہریوں کے پینے تک کا پانی بند کرکے انہیں پیاس سے مارنے کی کوشش کی جارہی ہے، خوراک کی فراہمی کے امکانات کو ہر طرف سے محاصرہ سخت کرکے ختم کردینا نہایت شرمناک فعل ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلم امہ اپنی اسلامی اور انسانی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اہلیان غزہ کی مدد کریں، انہیں بنیادی ضروریات زندگی کی ترسیل یقینی بنائی جائے۔ اسرائیلی حملے عالم اسلام اور مسلم حکمرانوں کا امتحان ہیں، اسرائیل کی غزہ پر مسلسل ڈیڑھ ماہ سے شدید بمباری اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی غیرت کو بڑا چیلنج ہے، نہتے مظلوم فلسطینیوں کی مسلسل قتل و غارت پر پوری امت مسلمہ افسردہ ہے۔ فلسطینیوں کا قتل اور تخریب کاری صیہونیوں اور ان کے حامیوں کے چہرے پر نہ مٹنے والا سیاہ دھبہ ہے۔ اقوام متحدہ اور او آئی سی اسرائیلی مظالم رکوانے کے لئے سخت ترین لائحہ عمل اپنائیں۔ انہوں نے کہا کہ فلسطینی قبلہ اول کو صیہونی تسلط سے نکالنے کے لئے نسل در نسل اپنی اولادیں، گھر بار قربان کررہے ہیں، طویل ترین جنگ سے بھی فلسطینی قوم کے جذبے کو شکست نہیں دی جاسکی۔ پاکستان کے غیور عوام فلسطینی بھائیوں کے ساتھ آخری سانس تک کھڑے ہیں۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس، چناب نگر

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

۴۲ ویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۶، ۲۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو بڑے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز ۲۶/اکتوبر صبح کی نماز کے بعد شیخ الحدیث عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ کی دعا سے ہوا۔ باقاعدہ آغاز خانقاہ سراجیہ کندیاں کے سجادہ نشین مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ کی دعا سے پونے دس بجے بروز جمعرات ہوا۔

پہلی نشست سے مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے متعلمین مولانا ضیاء الرحمٰن، مولانا عطاء الرحمٰن، مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا محمد ادریس، مولانا صوبیدار، مولانا اکرام اللہ متخصصین، مولانا محمد ادریس درجہ مشکوٰۃ کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا عنایت اللہ کوئٹہ، مولانا محمد ساجد مبلغ میانوالی، مولانا ارشاد احمد ٹوبہ، مولانا فاروق احمد سمیجو خیرپور میرس سندھ، مولانا اشرف علی نارووال، مولانا تجمل حسین نواب شاہ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے علاوہ مولانا سیف الرحمٰن فیصل آباد، مولانا مفتی لطف اللہ میمن شکارپور، جناب محمد امجد صدیقی ایڈووکیٹ لاڑکانہ، قاری محمد انورالنصر چونڈہ سیالکوٹ، مولانا آدم امیر مجلس ژوب، سندھ کے معروف و مایہ ناز خطیب پیر طریقت مولانا محمد عبداللہ پہوڑ، مولانا مفتی محمد احمد خان خطیب قندھاری مسجد کوئٹہ نے ولولہ انگیز خطابات سے سامعین کے قلوب واذہان کو منور کیا۔ علمائے کرام نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، ضرورت، فضیلت، امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر سیر حاصل گفتگو کے ساتھ قادیانیوں کے شکوک وشبہات کے جوابات دیئے۔ نعت حافظ ابوبکر ڈیرہ اسماعیل خان، حافظ ابوہریرہ، محمد انصر، بابا خورشید علی راولپنڈی نے پیش کی۔

دوسری نشست بعد نماز ظہر پیر شریف سندھ کے مایہ ناز عالم دین مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس نشست کا آغاز صدر اجلاس مولانا عبدالمجیب قریشی مدظلہ کے خطاب سے ہوا۔ اجلاس سے بریلوی مکتب فکر ساہیوال سے نوجوان عالم دین مولانا صاحبزادہ حسان مصطفیٰ چشتی، عالمی مجلس تحفظ نبوت سکھر کے امیر مولانا قاری جمیل احمد بندھانی، ختم نبوت رابطہ کمیٹی لاہور کے روحِ رواں مولانا ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، مصنف کتب کثیرہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث ومہتمم مولانا مفتی محمد طیب مدظلہ، ساہیوال کے نامور عالم دین، دارالعلوم ساہیوال کے مہتمم و بانی مولانا مفتی ذکاء اللہ، مجلس چکوال کے امیر مفتی محمد معاذ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے نائب امیر مولانا سید خبیب احمد شاہ، مولانا محمد کامران ساہیوال، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ناظم تعلیمات و بزرگ استاذ الحدیث حضرت مولانا امداد اللہ مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ جبکہ اس نشست کے آخری مقرر مولانا صاحبزادہ محمد امجد خان تھے۔

اس نشست کے مقررین نے شیوخ حدیث ہونے کی وجہ سے قرآن وسنت کے حوالہ جات سے ولولہ انگیز خطابات فرمائے۔

کانفرنس کا پنڈال صبح ہی سے بھر گیا تھا۔ سامعین کا جوش وخروش بھی قابل دید تھا۔ اس نشست کے مہمانانِ خصوصی دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور کے سینئر استاذ حضرت مولانا عبدالرحمٰن خان، جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث، راقم کے استاذ مکرم مولانا منیر احمد منور مدظلہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوشہرہ کے امیر مولانا قاری محمد اسلم، ہمارے حضرت بہلویؒ کے خاندان کے چشم وچراغ مولانا محمد ابوبکر بہلوی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے امیر مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی، جامعہ خالد ابن ولید وہاڑی کے نائب مہتمم مولانا خلیل الرحمٰن، ہمارے حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالغفور

قریشیؒ کے فرزند ارجمند مولانا محمد زکریا ٹیکسلا تھے۔اس اجلاس میں علمائے کرام نے قرآن و سنت سے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کے علاوہ قادیانیوں کی ملک وملت کے خلاف سازشوں کو طشت از بام کیا۔نیز علمائے کرام نے عہد کیا کہ قادیانیت کے مکمل خاتمہ تک ہماری پُرامن تحریک جاری رہے گی۔نیز مختلف جماعتوں کے علمائے کرام نے اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو مبارکباد دی۔

عصر کی نماز کے بعد مشہور اہلحدیث عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے فرزند ارجمند انجینئر ابتسام الٰہی ظہیر نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اہلحدیث کا بچہ بچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ ہوگا۔

انجینئر ابتسام الٰہی ظہیر کے بعد شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے شرکاء کانفرنس کے تحریری سوالات کے جوابات دیئے۔یہ سلسلہ مغرب تک رہا،مغرب کی نماز کے بعد سلسلہ قادریہ کے نامور شیخ،حضرت مدنیؒ کے تلمیذ رشید اور حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ حضرت مولانا قاضی زاہدالحسینیؒ کے جانشین حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی مدظلہ نے ذکر خداوندی کے ساتھ ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے عہد کی تجدید کی۔تلاوت قاری احسان اللہ فاروقی لاہور، قاری محبوب الرحمٰن تھرپارکر نے کی۔

تیسری نشست عشا کی نماز کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کی صدارت میں شروع ہوئی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے امیر مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ کے فرزند ارجمند قاری عمار ظفر سلمہ کی تلاوت سے آغاز ہوا۔جناب واصف رحیمی، جناب فضل امین چارسدہ، حافظ نادر شاہ، جناب طاہر بلال چشتی اور شاعر ابن شاعر جناب سید سلمان گیلانی نے نعتیہ کلام سے سامعین کے قلوب و اذہان کو منور کیا۔اس نشست سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری علیم الدین شاکر، کمالیہ مجلس کے ذمہ دار پیر جی مولانا عتیق الرحمٰن، جنرل حمید گل مرحوم کے فرزند ارجمند جناب عبداللہ گل، مرکز اہلسنت سرگودھا کے مولانا محمد عاطف، تونسہ شریف درگاہ کے چشم و چراغ خواجہ مدثر محمود، مولانا فیروز خان ڈسکہ کے فرزند ارجمند مولانا محمد ایوب خان ثاقب، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ کے فرزند ارجمند اور دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم مولانا مفتی محمد زبیر اشرف عثمانی، بریلوی مکتب فکر کے نامور خطیب مولانا عبدالشکور رضوی فیصل آباد، متحدہ جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے جانشین، سابق ممبر پنجاب اسمبلی مولانا محمد الیاس چنیوٹی، جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی امیر جناب سراج الحق، جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عبدالغفور حیدری، فرزند حضرت لدھیانویؒ مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی کراچی، باشاہی مسجد کے خطیب، امام الملوک والسلاطین مولانا سید عبدالقادر آزادؒ کے فرزند ارجمند مولانا سید عبدالخبیر آزاد، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے امیر مولانا نور محمد ہزاروی، عارف والا سے مولانا رضوان العزیز نے خطابات فرمائے۔

آخری بیان نبیرۂ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مولانا سید احمد یوسف بنوری مدظلہ کا ہوا۔اختتامی دعا مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے کرائی۔

اس نشست سے نامور علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی سماجی راہنماؤں نے اپنے اپنے انداز میں تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت سے متعلق بیانات کئے، نیز فلسطین اور غزہ پر اسرائیلی حملہ کی پُرزور مذمت کی۔جناب عبداللہ گل نے اس پر سیر حاصل گفتگو کی۔مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کے فلسطین سے متعلق بیان اور حمایت کو سراہا اور کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن نے اسلامیانِ پاکستان کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کی ہے۔امیر جماعت اسلامی جناب سراج الحق نے کہا کہ ہم ۲۹/اکتوبر کو اسلام آباد میں فلسطین کے مسلمانوں کے حق میں مظاہرہ کر رہے ہیں، سامعین سے مظاہرہ میں شرکت کی اپیل کی۔انہوں نے کہا کہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اسرائیل کو برطانیہ کا ناجائز بچہ کہا تھا۔مسلمانانِ پاکستان قائد کے اس فرمان کے مطابق اسرائیل کو برطانیہ کی ناجائز اولاد سمجھتے ہیں۔

چوتھی نشست ۲۷/اکتوبر قبل از نماز جمعہ، اس نشست کا آغاز صبح ۱۰ بجے کے قریب ہوا، صدارت مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم نے کی۔تلاوت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور کے امیر قاری مشتاق احمد رحیمی مدظلہ نے کی۔نعتیہ کلام رانا محمد عثمان قصوری اور قاری واصف رحیمی نے پیش کیا۔اس نشست سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے

نائب امیر مولانا شمس الدین، ہنگو کے امیر مفتی محمد دین نقشبندی، مجلس کے مبلغین مولانا محمد خالد عابد سرگودھا، مفتی محمد راشد مدنی رحیم یار خان، مولانا مختار احمد میر پور خاص، مولانا محمد قاسم رحمانی بہاولنگر، مولانا محمد راشد حمادی ٹنڈو آدم، مولانا محمد عارف شامی گوجرانوالہ، مولانا تجمل حسین نوابشاہ، مولانا ظفراللہ سندھی شکار پور، مولانا حمزہ لقمان مظفر گڑھ، مولانا عبدالحکیم نعمانی جھنگ نے اپنے اپنے علاقہ میں مجلس کی خدمات کی رپورٹیں پیش کیں، جنہیں سامعین نے خوب سراہا۔ مجلس کے مبلغین کے علاوہ جامعہ ختم نبوت چناب نگر کے فاضل مولانا لعل محمد شکارپور، مولانا محمد الیاس ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹانک نے ٹانک میں ختم نبوت کی خدمات کی رپورٹ پیش کی اور بتلایا کہ بڑے عرصہ کے بعد ٹانک ڈیرہ اسماعیل خان میں ختم نبوت کی جماعت کی تشکیل ہوئی اور کانفرنسوں کا آغاز ہوا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن، کوئٹہ کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری انوارالحق نے کہا کہ امسال ۱۳ اگست کو کوئٹہ میں اتنی بڑی کانفرنس ہوئی کہ آج تک کوئی بڑی سے بڑی جماعت اور بڑے سے بڑا لیڈر اتنا بڑا اجتماع نہیں کرسکا۔ یہ سب ختم نبوت کا اعجاز اور کارکنان مجلس کی خدمات کا نتیجہ ہے۔ مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی امیر مجلس پشاور اور خیبر پختونخواہ مجلس کے روح رواں ہیں، پورے صوبہ میں مجلس کی خدمات کی نگرانی کر رہے ہیں، آپ نے اردو اور پشتو دونوں زبانوں میں خطاب کیا اور پشتون زبان بولنے والے علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی زعماء کی خدمات کی تفصیلات بیان کیں اور پشتونوں سے کہا کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کی روایات کو نہ بھولیں اور قادیانیت کے پُرامن تعاقب میں موثر کردار ادا کریں۔ نماز جمعہ سے قبل مجلس کے فاضل نوجوان مبلغ مولانا عزیزالرحمٰن ثانی نے اپنی شعلہ بیانی سے نوازا۔ خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کی امامت خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ نے فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد کی نشست کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت اقدس مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم نے فرمائی اور آپ نے اپنے نصیحت آموز صدارتی خطاب میں ہدایات سے سرفراز فرمایا کہ اتنے عظیم الشان اجتماع سے کچھ لے کر جائیں، خالی ہاتھ نہ جائیں اور جماعت کی ہدایات کے مطابق پُرامن تبلیغی سلسلہ جاری رکھیں، نیز ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کو سامنے رکھتے ہوئے افتراق و انتشار سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ جدید فتنوں کا بھی قرآن و سنت کی روشنی میں تعاقب کریں۔

تلاوت مولانا قاری مشتاق احمد امیر مجلس قصور، نعت مولانا شاہد عمران عارفی ساہیوال، مولانا قاری عزیزالرحمٰن فیصل آباد نے مقررین اور شرکائے کانفرنس کا شکریہ ادا کیا، قراردادیں امیر مجلس کراچی مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ نے پیش کیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تلہ گنگ کے امیر مولانا قاری عبیدالرحمٰن، مولانا قاضی احسان احمد کراچی اور آخری خطاب مولانا قاری اکرام الحق امیر مجلس مردان نے فرمایا اور کانفرنس امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔☆☆

فیروزہ رحیم یار خان میں ختم نبوت کانفرنس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام فیروزہ ضلع رحیم یار خان کے چک نمبر ۶۷ میں یکم نومبر کو مغرب کی نماز کے بعد ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت حافظ محمد مبارک امام وخطیب جامع مسجد ہذا نے کی۔ تلاوت کی سعادت بھی حافظ محمد مبارک نے حاصل کی۔ نعتیہ کلام پروفیسر محمد مکی رحیم یار خان نے پیش کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے مبلغ مولانا محمد سلمان، مولانا محمد عمران، رحیم یار خان کے مرکزی مبلغ مولانا مفتی محمد راشد مدنی، مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔ مقررین نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دینے کا وعدہ کیا اور سامعین سے لیا۔ مقررین نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جب بھی ضرورت پڑی انشاءاللہ العزیز! تن، من، دھن کی قربانی پیش کریں گے۔ سامعین سے قادیانیوں کا مکمل عمرانی و اقتصادی بائیکاٹ کرنے کا مطالبہ کیا۔ کانفرنس میں سینکڑوں سے متجاوز مسلمانوں نے شرکت کی۔ آخری خطاب مولانا سید ناصر محمود شاہ کا ہوا۔ موصوف برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے سابق ناظم تعلیمات، مبلغ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کے رشتہ میں پوتے لگتے ہیں اور مدینۃ العلوم فیروزہ کے بانی حضرت مولانا سید حامد علی شاہ کے فرزند ارجمند ہیں اور مدینۃ العلوم کے مہتمم اور اپنے والد مرحوم کے جانشین ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے جدامجد مولانا محمد لدھیانویؒ اوران کے بھائی مولانا عبداللہ اورمولانا اسماعیل یہ تینوں بھائی علماء لدھیانہ کے نام سے مشہور تھے۔ان علماءکرام کے والدمحترم مولانا عبدالقادرلدھیانویؒ جوتحریک آزادی کے نامور راہنماؤں میں سے تھے۔مرزا قادیانی کے کفرپرسب سے پہلافتویٰ علمائے لدھیانہ نے لگایا۔مولانا محمد لدھیانویؒ کے پوتوں میں سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ تھے جومجلس احرار اسلام آل انڈیا کے صدرگرامی بھی رہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ایک بھائی مولانا مفتی محمد حسنؒ تھے،جن کے گھر ۲۶ر ستمبر ۱۹۲۲ءکوایک لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام رشید احمد رکھا گیا۔قیامِ پاکستان کے بعد مولانا مفتی محمد حسن کا خاندان رحیم یارخان منتقل ہوگیا۔رشیداحمد نے ابتدائی کتب تو رحیم یار خان میں پڑھیں، لیکن دورۂ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔خیرالعلماء حضرت مولانا خیرمحمدؒ، علامہ محمد شریف کشمیریؒ سے احادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی،جرأت و بہادری انہیں وراثت میں ملی تھی،تحصیل علم کے بعدرشیداحمد جواب مولانا رشید احمد لدھیانویؒ بن چکے تھے۔انہوں نے اپنامرکز ریلوے اسٹیشن رحیم یار خان کی مسجد کوقرار دیا۔

راقم جب رحیم یارخان مبلغ بن کر گیا تو اس وقت مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا رشید احمد لدھیانویؒ تھے۔راقم نے مولانا رشید احمد لدھیانویؒ،مولانا غلام ربانیؒ (والدگرامی مولانا عبدالرؤف ربانی مدظلہ) مولانا قاری حماداللہ شفیقؒ کی سرپرستی میں کام شروع کیا۔مولانا رشید احمد لدھیانویؒ چونکہ سیاسی ذہن رکھتے تھے تو ان کا جھکاؤ جمعیت علماء اسلام کی طرف تھا،تو مذکورہ بالا تینوں حضرات کی مشاورت سے مجلس کی ممبرسازی کے بعد انتخاب کرایا تو مولانا قاضی عزیزالرحمٰن رنگویؒ امیر اور قاری عبدالخالق احرار ناظم اعلیٰ قرار پائے۔مکی مسجد مذہبی وسیاسی سرگرمیوں کا مرکز تھی۔مجاہدملت حضرت مولانا غلام ربانیؒ وسیع دسترخوان رکھتے تھے۔ہرروز صبح کا ناشتہ جو چائے اور کیک رس سے ہوتا تھا،اکثر احباب مکی مسجد میں کرتے۔ہم اس ناشتہ کومولانا ربانی کا بین الاقوامی ناشتہ قرار دیتے تھے۔مولانا رشید احمد جمعیت علماء اسلام کی مقامی،ضلعی قیادت سے ہوتے ہوئے صوبائی قیادت تک جاپہنچے،جمعیت کے صوبائی امیرمولانا محمد عبداللہؒ بھکر اور ناظم اعلیٰ مولانا رشید احمد لدھیانویؒ اورکئی سال تک وہ جمعیت ناظم اعلیٰ رہے۔آگے چل کر مولانا رشید احمد لدھیانویؒ صوبائی امیر بنادیئے گئے،لیکن عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ انہیں وراثت میں ملاتھا۔

ایک عجیب واقعہ: کوٹ سبزل رحیم یار خان،سندھ کا سرحدی علاقہ ہے۔کوٹ سبزل کا ایک قادیانی رانا بشیر احمد مسلمان ہوا،رحیم یار خان کا اے ایس پی طاہر عارف اسے ڈرادھمکا

تحفظ ختم نبوت پروگرام

اوکاڑہ...عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام گزشتہ ماہ چک نمبر 39/3-R میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا تحفظ ختم نبوت کے عنوان پرایک پروگرام ترتیب دیا گیا،جس کی صدارت جناب قاری محمد الیاس اورنگرانی مولانا مفتی محمد ہاشم نے کی۔جبکہ مسجد انتظامیہ نے سرپرستی کی۔نعت شریف مولانا یٰسین تائب اورحسن افضال نے پیش کی،حافظ مامون الرشید نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔اس موقع پرضلعی مبلغ مولانا عبدالرزاق اور مولانا عبدالقدس گجر کے بیانات بھی ہوئے۔عوام الناس کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔دیگرمسالک کے راہنماؤں نے بھی بھرپورشرکت کی۔پروگرام کے آخر میں مجلس کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

کر دوبارہ قادیانیت قبول کرنے کے لئے دباؤ ڈالتا رہا۔ رانا بشیر احمد ڈٹ گئے۔ اس نے رحیم یار خان مجلس سے رابطہ کیا۔ جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء تھا۔ حضرت مولانا غلام ربانیؒ کی قیادت میں ایک وفد ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بہاولپور میجر جنرل غالباً محمد اقبال تھا سے علامہ رحمت اللہ راشد کی وساطت سے ملا۔ راقم بھی اس وفد میں شامل تھا۔ مولانا غلام ربانیؒ نے ’’ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر‘‘ کو ملاقات کا سبب تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ڈی ایم ایل اے نے توجہ کے ساتھ کیس کو سنا، سننے کے بعد کہا کہ یہ کیس چونکہ پولیس سے متعلق ہے۔ میں ڈی آئی جی کو حکم دیتا ہوں کہ وہ رحیم یار خان جا کر کیس سنیں اور مطالبات پر ہمدردی کا اظہار کیا۔

اگلے دن وفد ڈی آئی جی کو ملا، وفد میں راقم بھی شامل تھا۔ چنانچہ مولانا رشید احمد لدھیانویؒ، قاری حماد اللہ شفیق اور انجمن شہریان پر مشتمل ایک وفد نے ڈی آئی جی سے ملاقات کی۔ ڈی آئی جی نے بیٹھتے ہی اپنی افسرانہ رعونت کے ساتھ کہا کہ بشیر احمد کون ہے؟ نومسلم نے کہا: ’’میں ہوں‘‘ ڈی آئی جی نے کہا کہ آپ پہلے پولیس میں رہے ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ تو ڈی آئی جی نے کہا کہ کسی بدمعاشی کی وجہ سے نکالے گئے ہوں گے، اس پر مولانا لدھیانوی کا خون جوش میں آیا اور کہا: ’’او مسٹر ڈی آئی جی! آپ بدمعاش ہوں گے، آپ کا اے ایس پی (قادیانی) بدمعاش ہوگا۔ کیا یہ علماء کرام اور انجمن شہریان کے نمائندے بدمعاش کے حامی ہیں؟‘‘ یہ کہہ کر فرمایا: واک آؤٹ.... ہم آفس سے باہر آ گئے۔ ڈی آئی جی کا ایک رنگ آئے اور ایک رنگ جائے۔ دفتر میں اے ایس پی خان پور موجود تھا۔ اس نے کہا کہ یہ بے ڈھب لوگ ہیں، آپ کو اس طرح نہیں کہنا چاہئے تھا۔ اب اس کی گردن کے سریہ میں خم آیا اور کہا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ اے ایس پی نے کہا کہ ’’سر میں بلا کر لاتا ہوں، آپ اس کی تلافی فرمائیں۔‘‘ اے ایس پی خان پور مولانا کی برادری کا تھا، باہر آیا اور کہا کہ ’’لوہا گرم ہے، معمولی سی چوٹ لگانے کی ضرورت ہے۔‘‘ وفد اندر گیا، اب صاحب افسری اکڑفوں سے باہر آ چکے تھے، مسئلہ حل ہوگیا، اسی طرح اور کئی مواقع پر انہوں نے عقیدہ ختم نبوت کی ترجمانی و پاسبانی کا حق ادا کیا۔

جناب آصف علی زرداری جب صدر مملکت تھے اور جناب سید یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم، زرداری صاحب چول پال سے وعدہ کر کے آئے کہ ہم اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ناموس رسالت قانون میں ترمیم کر دیں گے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسلام آباد میں ۲۰۱۰ء میں آل پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا۔ دعوت نامے پہنچانے کی ڈیوٹی جمعیت علماء اسلام کی طرف سے مولانا رشید احمد لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبدالغفور حیدری مدظلہ اور مجلس کی طرف سے حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے لی تھی، تو مولانا لدھیانویؒ نے دن رات کر کے کانفرنس کی کامیابی کے لئے محنت کی۔ اس وقت مجلس کے امیر حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ تھے۔ حضرت الامیر نے صدارت کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کا نام نامی اسم گرامی پیش کیا۔ بہرحال مولانا اپنے خاندانی پس منظر اور ذاتی وجاہت کی وجہ سے ختم نبوت کے ترجمان تھے۔ پون صدی کا وقت مستعار لے کر آئے۔ صحت بہت اچھی تھی، وفات سے قبل بخار کا بہانہ بنا، ہسپتال لے جائے گئے کہ وقت موعود آن پہنچا۔ ۱۷ر فروری ۲۰۱۸ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کی حسنات میں جامع مسجد ریلوے اسٹیشن، جامع مسجد ختم نبوت عباسیہ ٹاؤن اور جامعہ ختم نبوت باقیات الصالحات ہیں۔ اللہ پاک ان کی بال بال مغفرت اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

☆☆ .... ☆☆

سالانہ ختم نبوت کانفرنس، کنری

کنری... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام 16رنومبر بروز جمعرات بعد نماز عشا بخاری چوک کنری میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ حذیفہ کریم نے ہدیۂ نعت پیش کیا۔ ان کے بعد تھرپارکر کے مبلغ مولانا محمد حنیف سیال نے عقیدۂ ختم نبوت پر بیان کیا، نواب شاہ کے مبلغ مولانا تجمل حسین نے بھی خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی مدظلہ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور عقیدہ ختم نبوت پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ ان کے بعد مولانا اسعد اللہ کھوڑو نے بیان کیا۔ مبلغ ختم نبوت مولانا مختار احمد نے پوری جماعت کنری کی طرف سے انتظامیہ، کارکنان اور تعاون کرنے والے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں مفتی الطاف حسین نے اختتامی دعا فرمائی۔

میرے استاذ جی

حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ

مولانا محمد کلیم اللہ نعمان

☆استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، امام وخطیب جامع مسجد قدسی جمشید روڈ حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ انتہائی مشفق اور طلبہ کے دلوں پر راج کرنے والوں میں شمار کیے جاتے تھے۔نہایت عاجزی کے ساتھ محبت و شفقت بھرے کلمات سے طلبہ کو مخاطب فرمایا کرتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگرام کرانا اوران میں شریک ہونا اپنی نجات کا باعث سمجھتے تھے۔کئی سال تک سالانہ تقریری مسابقہ میں بطور منصف تشریف لاتے رہے۔تقریباً چار سالہ بیماری کے عرصے میں بھی خود پیغام بھیجتے اور بلوا کر کارگزاری سنتے اور ڈھیر ساری دعائیں دیتے۔ ایک دفعہ ہمارے ساتھی مولانا ابرار زمان کی موجودگی میں خواب بیان کیا کہ ایک اسٹیج ہے اور اس میں شیخ طریقت حضرت مولانا شمس الرحمن عباسی مدظلہ تشریف فرما تھے،ختم نبوت کا جلسہ تھا اور میرے نام کا اعلان ہوا، میں نے حضرت عباسی مدظلہ سے پوچھا کہ اجازت ہے؟ فرمانے لگے:''خوب!''اور پھر غالباً پانی کا گلاس بھی پلایا، میں نے ایسا بیان کیا کہ کیا بتاؤں! پھر ہنستے ہوئے کہنے لگے کہ خواب میں بیان کیا تھا، یہاں نہیں۔

علالت کے زمانے میں ایک دن ہمارے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ کے ساتھ استاذ جی کی عیادت کے لیے جانا ہوا، حضرت قاضی صاحب سے بہت محبت کا اظہار کیا،عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قاضی صاحب کے جو اسفار ہوتے ہیں، اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ختم نبوت کا کام تو ایسا کام ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی دیکھ کر خوش ہوتے ہوں گے۔ حضرت قاضی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ آپ سے اور ان تمام رضا کاروں سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ تقریباً پون گھنٹے تک حضرت کے ملفوظات سننے کا شرف حاصل رہا۔

ختم نبوت کے کام سے دلی تعلق رکھتے تھے،حلقہ صدر ٹاؤن کے مسابقے میں عرصہ دراز سے بطور منصف شریک ہوتے رہے جس سال طبیعت خراب ہوئی تو کہنے لگے کہ اب میری سماعت کا مسئلہ ہے کہیں ناانصافی نہ ہوجائے،اس لیے منصف نہیں بنتا البتہ دعائیں ضرور کرتا ہوں۔ بعد عشاء خود ہی تقریری مسابقے میں پہنچ کر کہنے لگے کہ سکون نہیں مل رہا تھا تو سوچا کہ چکر لگالوں۔

حضرت استاذ جیؒ نے ہمیں ایک ہی نشست میں فارسی سے اردو ترجمہ کرکے نحو میر پڑھائی اور اپنی جامع مسجد قدسی میں بلوا کر پوری نحو میر سنی۔ حضرت استاذ جیؒ کا جملہ اب بھی کانوں میں گونج رہا ہے کہ:''ارے بابا! ایسے کام نہیں چلے گا، پختہ سبق سنانا پڑے گا۔''ایک مرتبہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کو سبق میں کوتاہی پر تھپڑ لگایا، بعد میں بلوا کر اس سے معافی مانگی پھر سہ ماہی نتیجہ آیا تو اتفاقاً ہمارے اس ساتھی کی پوزیشن آئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نتیجہ سن کر فرمایا:''یہ ہمارے تھپڑ کا نتیجہ ہے اور دعاؤں کا ثمرہ بھی۔''

حضرت پیارے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم وقت میں خوب ترقی کی،مسجد کو از سرنو تعمیر کرانا،نوجوانوں میں رفاہی کاموں کی ترغیب اور جذبہ بیدار کرنا، نوجوانوں کا عمدہ منظم ونگ بنانا۔استاذ جیؒ اپنے شاگردوں کو نوجوانوں اور اہل علاقے کے لیے ٹاسک دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے کچھ نہ کیا تو غلط لوگ اور فتنہ ہمارے علاقے میں پہنچنے لگے گا۔

۱۰/اکتوبر ۲۰۲۳ء منگل کو بعد نماز عشاء طبیعت زیادہ بگڑ گئی، سانس پھولتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا مشورہ ہورہا تھا کہ استاذ جیؒ نے آخری سانس لی اور اپنی جان خالق حقیقی کے حوالے کردی۔اناللہ وانا الیہ راجعون! اگلے روز جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالروف غزنوی دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پسماندگان میں تین بیٹے،ایک بیٹی،بیوہ اور ہزاروں شاگردوں کو سوگوار چھوڑا۔☆☆

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	قیمت
1	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 1 تا 30 (مزید جلدوں کی اشاعت جاری ہے)	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	9000
2	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
3	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	400
4	رئیس قادیان	ابو القاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	400
5	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
6	ائمہ تلبیس	ابو القاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	400
7	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	200
8	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	200
9	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (5 جلدیں) مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1200
10	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	400
11	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	1400
12	مجموعہ رسائل (رد قادیانیت) (جلد اوّل)	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	350
13	مجموعہ رسائل (رد قادیانیت) (جلد دوم)	رسائل اکابرین	350
14	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	مولانا عبد الغنی پٹیالویؒ	250
15	خطبات شاہین ختم نبوت (دو جلدیں)	مولانا محمد بلال ، مولانا محمد یوسف ماما	600
16	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
17	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد	200
18	مقدمہ بہاولپور مکمل سیٹ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
19	ختم نبوت کورس	مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	300
20	قادیانیت عقل وانصاف کی نظر میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	100
21	مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت	جناب محمد متین خالد صاحب	400
22	فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے (دو جلدیں)	جناب محمد متین خالد صاحب	700

نوٹ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ...... جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ